نقوشِ تاباں

(عہد آصف سابع)

آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ
کے ریکارڈز سے حاصل کردہ مواد کی بنیاد پر لکھے گئے
تحقیقی مضامین کا مجموعہ

ڈاکٹر سید داؤد اشرف

شگوفہ پبلیکیشنز
۳۱ - مجرد گاہ، معظم جاہی مارکٹ، حیدرآباد - ۱

Nuqush - i - Taban

(Ahd - i - Asaf - i - Sabi)

Collection of research articles

By : - Dr. Syed Dawood Ashraf

سن اشاعت ڈسمبر ۱۹۹۴ء

تعداد ۵۰۰

کمپوزنگ طباعت اسپیڈ پرنٹس سعید آباد، حیدرآباد فون 873538

قیمت ۱۰۰ روپے

ناشر شگوفہ پبلیکیشنز

ملنے کے پتے ۳۱۔ مجروگاہ، معظم جاہی مارکٹ۔ حیدرآباد۔۱

حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد

مالی اعانت

- آندھراپردیش اردو اکیڈمی
- ادبی ٹرسٹ

ایچ۔ای۔ایچ دی نظامس اردو ٹرسٹ حیدرآباد

فہرست مضامین

پیش لفظ

نقوش تاباں (عہد آصف سابع) حیدرآباد پر میری تیسری تصنیف ہے ۔ اس سے قبل دو کتابیں بیرونی مشاہیر ادب اور حیدرآباد اور حاصل تحقیق شائع ہو چکی ہیں ۔ ان کتابوں میں شامل تمام مضامین آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ کے ذخائر سے اخذ کردہ مواد کی بنیاد پر لکھے گئے ہیں ۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس میں شامل تمام مضامین آخری آصف جاہی حکمران نواب میر عثمان علی خان کے عہد سے متعلق ہیں صرف پہلے مضمون کا ابتدائی حصہ آصف سادس نواب میر محبوب علی خان کے عہد سے تعلق رکھتا ہے ۔ ان مضامین کی وجہ سے اس دور سے متعلق وہ مواد پہلی بار منظرعام پر آیا ہے جس سے اس عہد کے روشن اور اہم پہلو نمایاں ہوتے ہیں ۔ ان مضامین کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ آصف سابع نے علم و ادب اور ہنر کی سرپرستی دل کھول کر کی تھی ، باکمال شخصیتوں کی خدمات کا برملا اعتراف کیا تھا اور ریاست میں مذہبی رواداری کی عالی قدر روایات کو آگے بڑھایا تھا ۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس حکمران کو رعایا کی فلاح و بہبود کا بڑا خیال تھا ۔ علاوہ ازیں ان مضامین سے اس عہد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوتا ہے ۔

آصف جاہی خاندان اور اس عہد کے مختلف پہلوؤں پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بھی معدودے چند کتابوں کے قطع نظر دیگر کتابیں ایسی ہیں جو تحقیق کے جدید تقاضوں کو پورا نہیں کرتیں ۔ اس حقیقت کی روشنی میں یہ بات دلچسپ معلوم ہوتی ہے کہ آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں آصف جاہی عہد کے ریکارڈز (کاغذات) کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ ہے کہ اس عہد کے مختلف پہلوؤں پر بے شمار تحقیقی پراجکٹ پایہ تکمیل کو پہنچائے جاسکتے ہیں ۔ تحقیق کے لئے آرکائیوز میں محفوظ کاغذات نہایت معتبر اور مستند ماخذات کا درجہ رکھتے ہیں لیکن آصف جاہی عہد کے

کاغذات سے بے حد کم استفادہ کیا گیا ہے جو نہ کئے جانے کے برابر ہے ۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں میں نے اپنی ان تینوں کتابوں کے مضامین کے لئے ان کاغذات سے استفادہ کیا ہے پھر بھی میرا تاثر یہی ہے کہ میں نے اس سمندر کے چند قطروں سے ہی اپنا حلق تر کیا ہے اور مجھے تشنگی کا احساس ہے بلکہ شاید میری تشنگی اور بڑھ گئی ہے مجھے یقین ہے کہ طویل مدت تک تشنگان علم و تحقیق اس سمندر کو کھنگال کر اس سے بیش بہا خزانے برآمد کرتے رہیں گے ۔

اس کتاب کے بیشتر مضامین روزنامہ سیاست حیدرآباد اور برصغیر کے دیگر اخبارات اور جرائد میں شائع ہو چکے ہیں ۔ سیاست جیسے کثیر الاشاعت روزنامہ میں ان مضامین کی اشاعت کی وجہ سے لاکھوں قارئین تک ان کی ترسیل ممکن ہو سکی ۔ جس کے لئے میں جناب زاہد علی خان اور محترم جناب محبوب حسین جگر کا بے حد ممنون ہوں ۔

اس کتاب کی اشاعت کے لئے مجھے اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید مصطفے کمال کے قیمتی مشورے اور عملی تعاون حاصل رہا جس کے لئے شکریہ کے الفاظ لکھنا رسمی بات ہو گی ۔ میں اپنے دفتر کے ساتھی جناب حسن شریف کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے خصوصی دلچسپی لے کر میری ضرورت کے کاغذات تلاش اور فراہم کئے ۔ کمپوزنگ اور طباعت کے لئے اسپیڈ پرنٹس اور ٹائیٹل کی تزئین کے لئے میں جناب محمود سلیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کے تعاون اور دلچسپی کے باعث کتاب وقت پر شائع ہو سکی ۔

کتاب کی اشاعت کے لئے آندھرا پردیش اردو اکیڈمی ، ادبی ٹرسٹ اور اتیچ ۔ ای ۔ اتیچ دی نظامس اردو ٹرسٹ حیدرآباد سے مالی اعانت حاصل ہوئی جس کے لئے میں ان اداروں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں ۔

۲۰ / ڈسمبر ۱۹۹۴ء

سید داؤد اشرف

شمس العلماء عزیز جنگ بہادر ولا

کی

قدر افزائی

سالار جنگ اول کی مدار المہامی کے زمانے میں بیرون ریاست سے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی جن باکمال شخصیتوں کو سابق ریاست حیدرآباد میں خدمات انجام دینے کے لئے دعوت دی گئی تھی ان میں یوپی، دہلی اور شمالی ہند کے دیگر علاقوں سے آنے والی شخصیتوں کی تعداد بلاشبہ بہت زیادہ تھی لیکن جنوبی ہند سے بھی کئی ممتاز شخصیتوں کو حیدرآباد آنے کی ترغیب دی گئی تھی چنانچہ مدراس اور جنوبی ہند کے دیگر علاقوں سے بھی کئی ہنرمند اور صاحبان علم و فضل حیدرآباد آئے اور ان کے خاندان اس ریاست میں آباد ہوگئے ۔یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد کو سنگم کہا جانے لگا اور حیدرآباد کی مشترکہ تہذیب تشکیل پائی ۔مدراس سے ملازمت کے سلسلہ میں حیدرآباد آنے والوں میں عزیز جنگ بہادر کے والد مولوی نظام الدین احمد بھی شامل تھے ۔ عزیز جنگ بہادر کا خاندان حیدرآباد کے نامی گرامی خاندانوں میں شمار ہوتا ہے ۔اس خاندان کے نمائندہ سربرآوردہ اصحاب میں دین یار جنگ بہادر، رکن الدین احمد اور ڈاکٹر حسن الدین احمد، آئی ۔اے ۔ایس (ریٹائرڈ) شامل ہیں ۔

عزیز جنگ بہادر (احمد عبدالعزیز) ۲۸/ سپٹمبر ۱۸۶۰ء کو نیلور (صوبہ مدراس) میں پیدا ہوئے ان کا مدراس کے ایک معزز و ممتاز علمی نائطہ گھرانے سے تعلق تھا ۔جب ان کی عمر نو سال تھی تو وہ اپنے والد کیساتھ جنھیں سالار جنگ اول مدار المہام نے طلب کیا

تھا حیدرآباد آئے ۔ عزیز جنگ کا ابتدائی تقرر عدالت دیوانی خورد میں ایک معمولی خدمت پر ہوا لیکن محنت ، دلچسپی اور دیانت داری سے کام کرنے کے باعث وہ ترقیاں پاتے رہے اور اول تعلقدار ضلع میدک کی خدمت سے وظیفہ پر علحدہ ہوئے ۔ اس کے بعد انھوں نے پائیگاہ نواب سروقارالامراء میں معتمد صدر محکمہ ، صدر تعلقدار و میر مجلس عدالت علاقہ ممدوح کے عہدوں پر سات سال تک خدمات انجام دیں ۔ وہ دو سال مجلس وضع قوانین اور پندرہ سال مجلس بلدیہ کے رکن رہے نیز وہ ایک سال نائب میر مجلس کے عہدہ پر بھی فائز رہے ۔ یوں تو انھوں نے ملازمت کے دوران ہی میں تالیف و تصنیف کے کام کا آغاز کر دیا تھا مگر ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انھوں نے اپنا سارا وقت اور توانائیاں تالیف و تصنیف کی نذر کر دیں ۔ وہ شاعر، ادیب، محقق اور مورخ تھے انھوں نے جتنے مختلف النوع موضوعات پر علمی ، ادبی اور تحقیقی کام کیا ہے اس کی مثالیں کم ملینگی ۔ انھوں نے علمی ، ادبی اور تحقیقی کام کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے ۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہی نہیں بلکہ ایک علمی خزانہ تھے فارسی شاعری اور اردو شاعری کے کلیات عزیز جنگ ولا کے تخلیقی کارنامے ہیں ۔ ان کی مرتب کردہ فارسی لغت آصف اللغات (۱۷ جلدیں) ان کا ایک نہایت اہم علمی اور تحقیقی کام ہے ۔ احکام و قوانین مالگزاری کی کئی جلدین ، احکام عطیات کی کئی جلدیں ، خزینۂ فینانس و حساب ، مصطلحات دکن ، سیاق دکن ، شیرازہ دفاتر اور ایسی ہی کئی دیگر تالیفات عہد وسطی کے دکن اور سابق ریاست حیدرآباد کے نظم و نسق کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے آج بے حد سودمند اور مددگار ہیں ۔ علمی اور تحقیقی کارناموں کے صلہ اور قدردانی میں انھیں حکومت ہند کی جانب سے شمس العلماء اور حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے عزیز جنگ بہادر کے خطابات دئے گئے ۔

عزیز جنگ ولا کو آصف اللغات ، کی ہر جلد پر سابق حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے پانچ سو روپیے بطور انعام منظور کے گئے تھے بعد ازاں اس رقم میں دوسو اسی

روپے کا اضافہ کیا گیا اس طرح آصف اللغات کی ہر جلد پر ابتدائی تاریخ منظوری سے سات سو اسی (۷۸۰) روپیے بطور انعام دے گئے۔ عزیز جنگ بہادر کو ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ان کی کثیر علمی تصانیف کی قدر دانی میں بطور خاص دو سو پچاس روپیے یاہانہ الاونس مقرر کیا گیا تھا اس کے علاوہ ان کے ایک فرزند کے نام جو پچاس روپیے تعلیمی وظیفہ جاری تھا اسی وظیفہ کو ان کے چھوٹے فرزند رکن الدین احمد کے نام ۲۱ سالہ عمر تک جاری کرنے کے احکام بھی صادر کے گئے تھے۔ عزیز جنگ بہادر کی اس قدر افزائی سے متعلق سرکاری کارروائیاں مسلوں files کی شکل میں آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ کے ریکارڈز کے ذخائیر میں موجود ہیں۔ ان مسلوں کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد ان کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آصف اللغات کی جلد اول شائع ہونے پر عزیز جنگ بہادر نے اس کا ایک نسخہ داخل کرتے ہوئے حکومت ریاست حیدرآباد کے نام اپنی درخواست میں لکھا کہ ان کی اس جدید تصنیف آصف اللغات کی جلد اول کے لئے گورنر جنرل نے ان کے نام پانچ سو روپیے کا اعزازی انعام منظور کیا ہے اس کے علاوہ عزیز جنگ کو یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ حکومت ہند اگر مطمئن ہوجائے کہ کام استقلال کے ساتھ ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں آئندہ شائع ہونے والی ہر جلد کے لئے پانچ سو روپیے کا عطیہ دیا جائے گا اور اگر عزیز جنگ آئندہ کسی وجہ سے اس لغت کو مدون نہ کر سکیں تو حکومت مذکور کو کسی وقت بھی عطیہ موقوف کرنے کا اختیار ہوگا نیز عزیز جنگ بہادر کو ہر جلد کی پچاس کاپیاں داخل کرنی ہوں گی۔ عزیز جنگ بہادر نے حکومت ہند سے مذکوہ بالا عطیہ کی منظوری کا تذکرہ کرتے ہوئے استدعا کی کہ ان کے ذاتی و آبائی حقوق کے لحاظ سے آصف اللغات کی جو جلد تیار ہوجاتی ہے اس تالیف کے صلہ میں ان کو حکومت حیدرآباد کی جانب سے ایک خاص انعام دیا جائے اور حکومت اس انعام کے صلہ میں ان کی طرف سے چند نسخے قبول کرے۔ انھوں نے یہ بھی تحریر کیا کہ وہ آصف اللغات کو ۲۸ جلدوں میں مکمل

کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اکبر حیدری معتمد فینانس نے عزیز جنگ بہادر کی درخواست پر رائے دی کہ حکومت کی جانب سے عزیز جنگ بہادر کو ایک محرر کی تنخواہ چالیس روپیے ماہانہ دینا مناسب ہے بشرطیکہ اس کے معاوضہ میں وہ ہر شائع شدہ جلد کی ۲۵ کاپیاں داخل کریں اور ہر سال کم از کم ایک جلد شائع ہوا کرے۔ کیاسن واکر معین المہام فینانس نے اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا کہ چونکہ حکومت ہند نے فی جلد پانچ سو روپیے عطیہ دینے کا وعدہ کیا ہے لہذا اس حکومت کی تقلید میں حکومت حیدر آباد بھی پانچ سو روپے کا انعام ہر جلد کے صلہ میں ان ہی شرائط کے ساتھ منظور کر سکتی ہے مگر ان شرائط میں ایک ترمیم کی جائے کہ حکومت حیدر آباد کے لئے ۵۰ جلدوں کی بجائے ۲۵ جلدیں داخل کرنا کافی ہوگا۔

مہاراجہ کشن پرشاد مدار المہام نے معین المہام فینانس کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے معروضہ مورخہ ۱۲ / رجب ۱۳۲۷ھ م ۳۰ / جولائی ۱۹۰۹ء میں عزیز جنگ بہادر کی درخواست کا خلاصہ اور ان کی درخواست پر معتمد و معین المہام فینانس اور اپنی رائے لکھ کر اسے آصف سادس نواب میر محبوب علی خان کے ملاحظہ کے لیے پیش کیا۔ آصف سادس نے مدار المہام اور معین المہام فینانس کی تجاویز سے اتفاق کیا۔ اس بارے میں جو فرمان مورخہ ۸ / شعبان ۱۳۲۷ھ م ۲۵ / اگسٹ ۱۹۰۹ء کو جاری ہوا تھا اس کا متن درج ذیل ہے۔

"آپ کی اور مسٹر واکر کی رائے معروضہ ۱۲ / رجب ۱۳۲۷ھ کے مطابق عزیز جنگ بہادر کو آصف اللغات کی تصنیف کے لئے فی جلد پانچ سو روپیہ انعام انہیں شروط سے دیا جائے جن شروط سے گورنمنٹ آف انڈیا نے ان کو انعام دینے کی خواہش ظاہر کی ہے مگر انعام کے معاوضہ میں ہر جلد کی ۵۰ کاپی کے عوض ۲۵ کاپی ان سے لینا کافی ہوگا۔"

مذکورہ بالا احکام کی تعمیل میں آصف اللغات کی ہر جلد کے شائع ہونے پر

عزیز جنگ بہادر کو حکومت حیدرآباد کی جانب سے پانچ پانچ سو روپے ادا کئے جارہے تھے
کہ عزیز جنگ بہادر نے ایک اور درخواست پیش کی جس میں انھوں نے لکھا کہ لغت کی
ہر جلد کے ۵۰۰ نسخے طبع کئے جارہے ہیں طباعت کے حقیقی مصارف ایک ہزار چار سو
ساٹھ ہیں اور جو امداد ہر دو حکومتوں سے مل رہی ہے اس کی مجموعی رقم ایک ہزار ایک
سو اسی روپے ہے جو مصارف سے دو سو اسی روپے کم ہے یہ رقم وہ اپنی جیب سے ادا
کررہے ہیں ۔ لغت کی فروخت سے بھی ان کے نقصان کی پابجائی ممکن نہیں ہے کیونکہ
۵۰۰ مطبوعہ نسخوں کے منجملہ ۴۵۳ نسخے حکومت اور کتب خانوں کو بطور ہدیہ دئے جاتے
ہیں اور بقیہ ۴۷ نسخے بھی علم دوست حضرات کی نذر کردئے جاتے ہیں اس لئے ان کی
استدعا ہے کہ ان کی محنت اور لغت کے محاسن کو پیش نظر رکھتے ہوئے تاریخ محبوب
السلاطین کے مصنف مولوی عبدالجبار خان کی طرح جنھیں کتاب مذکور کی ہر جلد کی
طباعت کے لئے جو دو ہزار روپے دئے جاتے ہیں انھیں بھی دئے جائیں ۔
عزیز جنگ بہادر کی اس درخواست پر معین المہام فینانس نے لکھا کہ مولوی عبدالجبار خان
کو تاریخ دکن کے صلہ میں فی جلد دو ہزار روپے کی جو امداد دی جاتی ہے اس کی صورت
علحدہ ہے وہ تاریخ کی ایک کتاب تصنیف کررہے ہیں جو اس ریاست کے لئے مفید ہے
اس کے علاوہ جز معاش ہونے کی وجہ سے ان کے لئے اس کتاب کا اپنی ذات سے طبع
کرانا ممکن نہ تھا ۔ عزیز جنگ بہادر کی بات مختلف ہے ان کے پاس ذاتی پریس ہے وہ
متعدد کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں اور یہ کتابیں بڑے پیمانہ پر عوام میں اچھی
قیمت پر فروخت ہوتی ہیں اس لئے معین المہام فینانس نے رائے دی کہ عزیز جنگ بہادر
کو جو انعام دیا جاتا ہے اس میں دو سو اسی روپے فی جلد اضافہ کیا جائے تو کافی ہے کیونکہ
اس سے حقیقی اخراجات کا تکملیہ ہوجاتا ہے اب تک جتنی جلدیں شائع ہوئی ہیں ان کے
تکملیہ کے لئے بھی فی جلد اتنی ہی رقم دی جائے ۔ سالار جنگ سوم مدارالمہام نے
عرضداشت مورخہ غرہ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ م ۱۱ / نومبر ۱۹۱۲ء میں مذکورہ بالا تفصیلات درج

کرتے ہوئے لکھا کہ انھیں معین المہام فینانس کی رائے سے اتفاق ہے اور یہ عرضداشت آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے پیش کی جس پر آصف سابع کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۸ / صفر ۱۳۳۱ھ م ۱۶ / جنوری ۱۹۱۳ء صادر ہوا۔

" عزیز جنگ بہادر کو کتاب آصف اللغات کی تصنیف کے لئے فی جلد انعام رقمی پانچ سو روپیہ جو دیا گیا اور آئندہ دیا جائیگا اس میں تمہاری و معین المہام فینانس کی رائے معروضہ یکم ذی الحجہ ۱۳۳۰ کے مطابق دو سو اسی روپیہ فی جلد اضافہ کیا جائے۔"

جب عزیز جنگ بہادر سرکاری خدمت اور پائیگاہ کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد مالی مشکلات سے دوچار ہوئے تو انھوں نے ایک خاص وظیفہ اور مالی امداد کی اجرائی کے لئے درخواست پیش کی۔ اس درخواست میں انہوں نے اپنی ۱۴ قانونی تالیفات کے علاوہ دیگر فنون سیاق، جمل، طیور، تاریخ، لغت، فلاحت میں اپنی تالیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ انھیں حکومت حیدرآباد سے چار سو روپے ماہانہ اور علاقہ پائیگاہ سے ایک سو پچاس روپے وظیفہ ان کی ۲۴ سالہ ملازمت کے صلہ میں ملتا ہے۔ ان کی ۲۴ سالہ ملازمت ۴۸ سال کی ملازمت کے مماثل ہے کیونکہ انھوں نے اپنی ملازمت کے زمانہ میں صبح کے ۶ بجے سے رات کے ۱۰ بجے تک کام کیا اور نہایت مشکل اور ٹیڑھے کام انجام دئے۔

اپنی مالی مشکلات کے سلسلہ میں انھوں نے لکھا کہ ملازمت کی جائز آمدنی اور ان کی قانونی تالیفات سے حاصل ہونے والے مالیہ سے وہ اپنے لئے ایک مکان ہی مہیا کر سکے ہیں اب ان کی عمر ۶۰ سال ہو چکی ہے لیکن آرام اور سکون کے ساتھ زندگی گزارنے ان کے اور ان کے افراد خاندان کے پاس آمدنی میں اضافہ کا کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ اپنی مشکلات کا اظہار کرنے کے بعد انھوں نے استدعا کی کہ ان کی علمی خدمات کے صلہ میں جس کا سلسلہ ان کی حیات تک ہے کوئی خاص وظیفہ منظور کیا جائے اور ان کے افراد خاندان کے لئے بھی اعانت کی کوئی صورت نکالی جائے جو ان پر واجب ہے۔

عزیزجنگ بہادر نے اپنی درخواست کیساتھ عمادالملک بہادر اور معین المہام امور مذہبی و صدر الصدور (مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب) کے سرٹیفیکٹ منسلک کئے تھے۔ عمادالملک بہادر نے اپنے سرٹیفکٹ میں سرکاری ملازمت کے زمانہ میں عزیزجنگ کی دیانت، امانت، بے غرضی اور محنت کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ان کی علمی تالیفات سے ملک کو فائدہ پہنچا ہے مگر عمادالملک نے اس امر پر اظہار افسوس کیا تھا کہ عزیزجنگ بہادر فکر اہل وعیال سے مستغنی نہیں ہیں جبکہ کم دیانت دار عہدہ دار آخر عمر میں وظیفہ پانے کے بعد مستغنی ہوا کرتا ہے۔ معین المہام امور مذہبی نے لکھا کہ ان کی قومی خدمات اور علمی مشاغل سے حیدرآباد کے عوام کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔ اس لئے ان کی خدمات کی قدر کی جانی چاہیئے۔ معین المہام عدالت و طباعت (نواب فخرالملک بہادر) نے عزیزجنگ کی درخواست پر پرزور الفاظ میں سفارش کرتے ہوئے لکھا کہ جن مالی مشکلات کا عزیزجنگ نے اظہار کیا ہے اس پر انھیں یقین ہے کیونکہ عزیزجنگ اپنے زمانہ ملازمت میں متدین عہدیدار رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ آج اپنی مشکلات کے اظہار پر مجبور ہوئے ہیں۔ نواب فخرالملک بہادر نے تجویز پیش کی کہ عزیزجنگ بہادر کو تاحیات چار سو ماہوار اور ان کے ایک فرزند کو بائیس سالہ عمر تک پچاس روپیہ اسکالرشپ اور پانچ لڑکیوں کی شادی کے لئے پندرہ ہزار روپے عطا ہونے چاہیں۔

آرگلدنسی معین المہام فینانس نے عزیزجنگ بہادر کی مالی امداد کے سلسلہ میں اپنی رائے تحریر کی کہ جہاں تک عزیزجنگ بہادر کی سرکاری خدمات کا تعلق ہے اس کے صلہ میں وہ وظیفہ پارہے ہیں جسکی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک متدین عہدہ دار کا وظیفہ ہے۔ ایسے وظیفہ یاب کو کوئی اور مزید مالی امداد محض اس وجہ سے نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنے زمانہ ملازمت میں متدین رہا ہے۔ عزیزجنگ کو لغت کی تالیف کے سلسلہ میں معتدبہ مالی امداد حکومت حیدرآباد اور گورنمنٹ آف انڈیا سے مل رہی ہے

ان کو قانونی تالیفات سے بھی بہت کچھ آمدنی ہے۔اس سلسلہ میں جو تحریکات پیش ہوئی ہیں وہ بہت مسرفانہ ہیں اس لئے کسی خاص مالی امداد کی سفارش کرنا دشوار ہے اگر آصف سابع کا منشا ہے کہ ان کی کچھ نہ کچھ امداد کی جائے تو ان کے تاریخی کام کی قدردانی کے طور پر انھیں ماہانہ دوسو روپیہ کا الاونس عطا فرمایا جائے ۔ عزیزجنگ بہادر کی درخواست کا خلاصہ اور متذکرہ بالاسفارشات کو ایک عرضداشت مورخہ ۸ / ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ م ۱۳ / فبروری ۱۹۱۶ء میں درج کرکے اسے آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے پیش کیا گیا۔

آصف سابع نے عرضداشت میں درج کردہ سفارشات کا بغور جائزہ لینے کے بعد عزیزجنگ بہادر کو امداد جاری کرنے کے لئے ایک درمیانی صورت نکالی اور جس روز عرضداشت پیش کی گئی تھی اسی روز آصف سابع کا حسب ذیل فرمان صادر ہوا۔

" عزیزجنگ کے نام تاحیات خاص طور سے دوسو پچاس روپیہ ماہانہ کا الوئنس محرم ۱۳۳۴ھ سے جاری کیا جائے اور ان کے تصانیف کثیرہ کے قدردانی کے طور پر یہ بھی مزید رعایت ہونا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عزیزجنگ کے ایک فرزند کے نام جو وظیفہ تعلیمی ۵۰ روپے ماہانہ کا جاری ہے اس کی مدت ختم ہونے کے بعد وہ ان کے چھوٹے فرزند رکن الدین احمد کے نام ۲۱ سالہ عمر تک جاری کر دیا جائے ۔"

مندرجہ بالا کاروائیوں کے خلاصہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک اہم علمی و تحقیقی تالیف کی تکمیل اور ایک اعلیٰ پایہ کی علمی شخصیت کی قدر افزائی میں سابق ریاست حیدرآباد کا رویہ کتنا مثبت، معقول اور مستحسن تھا۔

ماخذ

1) Instalment No. 78, List No. 1, Serial No.368

مقدمہ ۔ تقرر محرر نزد نواب عزیز جنگ بہادر بصلہ تالیف کتاب

2) Instalment No. 80, List No.3, Serial No.306

مقدمہ ۔ درخواست شمس العلماء عزیز جنگ بہادر برائے عطائے وظیفہ بطور خاص

سابق ریاست حیدرآباد کی جلیل القدر شخصیت
نواب عمادالملک

آصف سابع کی اتالیقی کے معاوضہ کی کارروائی

سابق ریاست حیدرآباد میں بیرون ریاست سے آنے والی شخصیتوں میں بہت کم شخصیتیں نواب عمادالملک (سید حسین بلگرامی) کی طرح محترم اور منفرد رہی ہیں ۔ سالارجنگ اول (دور وزارت ۱۸۵۳ ۔ ۱۸۸۳ء) نے اپنی اصلاحات کے نفاذ کے سلسلہ میں بیرون ریاست سے پڑھے لکھے ، قابل اور تجربہ کار اشخاص کو مدعو کیا تھا ۔ سالارجنگ اول کے بعد بھی ریاست میں باہر سے آنے والوں کا سلسلہ جاری رہا ۔ بڑی بڑی شخصیتیں حیدرآباد آئیں لیکن ان میں سے اکثر شخصیتوں نے اپنی ناپسندیدہ سرگرمیوں کی وجہ سے حکمران وقت کو ناراض کیا اور نتیجتاً انھیں حیدرآباد چھوڑنا پڑا لیکن عمادالملک ان گنی چنی شخصیتوں میں سے ایک تھے جو سازشوں سے دور رہے اور جنھیں ہمیشہ اپنے کام سے کام رہا ۔ انھوں نے حکمران اور ریاست کی بہتری اور مفاد کے لئے خدمات انجام دیں اور تادم مرگ (۱۹۲۶ء) پوری عزت اور احترام کے ساتھ حیدرآباد میں رہے ۔ انھیں کئی اعلیٰ خطابات اور اعزازات دے گئے اور اس طرح ان کی خدمات کا اعتراف اور ان کی شخصیت کو خراج پیش کیا گیا ۔

۱۸۷۳ء میں حیدرآباد آنے کے بعد عمادالملک سالارجنگ اول سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ سالارجنگ اول کے انتقال پر ہی ان کا ساتھ چھوٹا ۔ سالارجنگ اول عمادالملک کی قابلیت اور صلاحیتوں کے بڑے معترف تھے اور وہ عمادالملک پر کامل

اعتماد رکھتے تھے ۔ عمادالملک نے بھی سالار جنگ کے پاس بڑی مستعدی کے ساتھ خدمات انجام دیں ۔ عمادالملک کو تعلیم اور علم و ادب سے خصوصی لگاؤ تھا ۔ دیگر اہم ذمہ داریوں کے باوجود وہ وظیفہ حسن خدمت پر علاحدہ ہونے تک ناظم تعلیمات کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے ۔ ان ہی کے دور سے ریاست میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا اور انھوں نے تعلیم کی ترقی اور اشاعت کے لیۓ اہم اقدامات کیۓ ۔ وہ نواب میر محبوب علی خان آصف سادس کے پرائیوٹ سکریٹری بھی رہے ۔ جب یوسف علی خان سالار جنگ سوم ریاست کے مدارالمہام مقرر ہوئے تو وہ نوجوان تھے اور انھیں نظم و نسق کا تجربہ نہیں تھا چنانچہ اس بزرگِ دانا کو ان کا مشیر مقرر کیا گیا ۔ یہی عمادالملک سالار جنگ سوم کے دادا سالار جنگ اول کے بااعتماد معتمد رہ چکے تھے ۔ اس دانشور اور مدبر کو حیدرآباد کے علاوہ برطانوی ہند میں بھی بڑی قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا وہ انڈین لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر ہونے کے علاوہ انڈیا کونسل کے بھی رکن منتخب ہوئے تھے ۔ یہ پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جنھیں اس کونسل میں شامل کیا گیا تھا ۔

وہ ایک عالم ہونے کے علاوہ ماہر تعلیم اور ماہر نظم و نسق بھی تھے ۔ عمادالملک کی کتابوں سے محبت اور علم کی سرپرستی ضرب المثل بن چکی تھی ۔ دائرۃ المعارف اور کتب خانہ آصفیہ ان کے علمی ذوق کی یادگاریں ہیں ۔ عمادالملک اپنے علم و فضل ، بے دریغ علمی سرپرستی ، بے لوث خدمات ، حق گوئی ، اصول پسندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے سابق ریاست حیدرآباد کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائینگے ۔

نواب عمادالملک نے آصف سابع کی اتالیقی کے فرائض بھی انجام دئے تھے لیکن اس بارے میں تفصیل سے نہیں لکھا گیا ہے اور اس جلیل القدر شخصیت سے متعلق مواد کی کمی بہت کھٹکتی ہے ۔ آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز میں بڑی تلاش و جستجو کے بعد جو ریکارڈ دستیاب ہوا ہے اس سے یہ تفصیلات منظر عام پر آرہی ہیں کہ نواب میر محبوب علی خان آصف سادس نے نواب عمادالملک کو اپنے فرزند اور ریاست کے ولی

عہد میر عثمان علی خان کا اتالیق مقرر کیا تھا جنھوں نے ساڑھے چھ سال تک یہ فرائض انجام دئے تھے۔ ابتداء میں انگریزی کے علاوہ عربی، فارسی، اردو اور انتظامی امور کی تعلیم کی ذمہ داری نواب عمادالملک کے ہی ذمہ تھی بعد میں انگریزی پڑھانے کے لئے ایک انگریز استاد لیجرٹن کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ عمادالملک نے بعد ازاں اس ساڑھے چھ سال کی مدت کے معاوضہ کی ادائیگی کے لئے جو درخواست دی تھی اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اتالیق کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کا کوئی معاوضہ الگ سے انھیں نہیں دیا گیا تھا۔ چنانچہ نواب میر عثمان علی خان کے حکمراں بننے کے کچھ ہی عرصہ بعد نواب عمادالملک نے مہاراجہ سرکشن پرشاد کو جو اس وقت مدارالمہام تھے ایک درخواست روانہ کی تھی جس میں انھوں نے مہاراجہ سے استدعا کی تھی کہ وہ انھیں واجبی اور معقول ماہوار مقرر کرنے کی سفارش کریں۔ عمادالملک کی درخواست سے آصف سابع کی تعلیمی قابلیت کے بارے میں بھی اشارے ملتے ہیں۔ عماد الملک نے لکھا ہے کہ جب ولی عہد میر عثمان علی خان کو انگریزی پڑھانے لیجرٹن کا تقرر ہوا اس وقت تک شہزادہ عثمان علی خان نواب عمادالملک کے زیر نگرانی انگریزی میں کافی مہارت حاصل کر چکے تھے اور عربی و فارسی میں اس قدر قابلیت حاصل کر چکے تھے کہ سید علی شوشتری جیسے جید عالم کو اس پر حیرت ہوئی تھی۔ آصف سابع نے درخواست کے بارے میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد نواب عمادالملک کو اتالیقی کے معاوضہ کے طور پر یکمشت پندرہ ہزار روپے منظور کیے۔

اس سلسلہ میں جو سرکاری کارروائی ہوئی تھی اس کی تفصیل یہ ہے۔

نواب عمادالملک نے حسب ذیل درخواست مورخہ ۱۶ / جنوری ۱۹۱۲ء مہاراجہ سرکشن پرشاد، مدارالمہام کے نام روانہ کی تھی۔

"یور اکسلنسی

میں موجودہ اعلیٰ حضرت کا کئی سال تک اتالیق رہا۔ ابتداء میں کل تعلیم میرے

ہی ذمہ تھی اور مسٹر لیجرٹن کے تقرر کے بعد بھی السنہ مشرقی اور انتظامی کام کا میں ہی اتالیق رہا ۔ اس خدمت کا مجھے کبھی بھی کسی قسم کا معاوضہ نہیں ملا ۔ میں اب یور اکسلنسی سے استدعا کرتا ہوں کہ یہ معاملہ آصف سابع کی خدمت میں پیش کریں ۔ اگر آصف سابع میری خدمات کی عوض کچھ رقم مرحمت فرمانا پسند فرمائیں تو اس سے مجھے بڑی مدد ملے گی ۔ آصف سابع بخوبی واقف ہیں کہ میں نے کس محنت سے یہ فرائض انجام دئے تھے ۔ جب مسٹر لیجرٹن آئے تو اس وقت تک آصف سابع کو انگریزی میں کافی مہارت حاصل ہو چکی تھی اور عربی و فارسی میں ان کی قابلیت ایسی تھی کہ اس سے سید علی شوشتری مرحوم جیسے شخص کو جن کا براعظم ایشیاء کے عظیم ترین عالموں میں شمار ہوتا ہے حیرت ہوئی تھی ۔ مجھے جو معاوضہ ملنا چاہیے اس کا تعین کرنا میرا کام نہیں ہے میں اسے اعلیٰ حضرت کی فیاضی پر چھوڑتا ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے مطالبہ کی تائید فرمائیں گے اور مجھے ایک واجبی ماہوار دئے جانے کی سفارش فرمائینگے ۔ میں نے کتنے سال یہ خدمت انجام دی تھی اس کی صحیح تعداد کے بارے میں ایک یاداشت روانہ کروں گا ۔

مخلص

سید حسین بلگرامی "

نواب عمادالملک نے اسی روز اسی نوعیت کی ایک اور درخواست فریدوں جنگ کے نام بھی روانہ کی ۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد مدارالمہام نے عمادالملک کی درخواست پر ایک عرضداشت مورخہ ۳ / فبروری ۱۹۱۲ء آصف سابع کے ملاحظہ میں پیش کی جسکے ساتھ عمادالملک کی انگریزی درخواست کا اردو ترجمہ بھی منسلک تھا مہاراجہ نے اس عرضداشت میں عمادالملک کی درخواست کا خلاصہ درج کرتے ہوئے لکھا کہ وہ عمادالملک کے زمانہ اتالیقی کی کارگزاری سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی انھیں اس امر کا علم ہے کہ عمادالملک کے کام کا صلہ مرحمت فرمانے کے متعلق غفران مکان (آصف

سادس) کا کیا منشاء تھا ۔ چونکہ آصف سابع سے بہتر عمادالملک کی کارگزاری سے کوئی اور واقف نہیں ہے لہذا اس درخواست کی نسبت آصف سابع کا جو ارشاد ہوگا اسی پر عمل کیا جائے گا ۔

مہاراجہ کی عرضداشت پیش ہونے کے تقریباً ایک سال بعد آصف سابع کا فرمان مورخہ ۲۸ / محرم ۱۳۳۱ھ م ۷ / جنوری ۱۹۱۳ء جاری ہوا ۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد کی جگہ سالارجنگ سوم مدارالمہام بن چکے تھے ۔ پتہ نہیں اس سلسلہ میں آصف سابع کے فرمان جاری ہونے میں کیوں اتنی تاخیر ہوئی تھی ۔ اس فرمان کا متن درج ذیل ہے ۔

" میری اتالیقی کی خدمت جو عمادالملک بہادر نے تقریباً ساڑھے چھ سال تک ادا کی تھی اس کا الونس ان کو ملنے کے بارے میں مدارالمہام سابق کی عرضداشت کی نقل ملفوف ہے اس زمانہ عمادالملک بہادر کو تنخواہ ناظم تعلیمات (۱۲۰۰) اور متفرقات سے پرسنل الونس (۸۰۰) جملہ دوہزار ماہانہ کی یافت تھی ۔ اب مذکور الونس کی نسبت تمہاری اور فریدوں جنگ بہادر کی رائے عرض کی جائے کہ کس حساب سے کس قدر رقم یایکمشت کسقدر رقم دینا بہمہ وجوہ مناسب واحسن ہوگا ۔ "

اس حکم کے جاری ہونے کے صرف چار روز بعد آصف سابع کا ایک اور حکم مورخہ ۱۱ / جنوری ۱۹۱۳ء سالارجنگ سوم ، مدارالمہام کے نام جاری ہوا ۔ " عمادالملک بہادر کی اتالیقی کی خدمت کے الونس کی نسبت میں نے ۲۸ / محرم ۱۳۳۱ھ کو جو حکم لکھا ہے اس کے متعلق مسٹر گلانسی معین المہام فینانس کی رائے بھی لے کر عرض کی جائے کیونکہ یہ رقم دیوانی سے ادا کرنی ہوگی ۔ " اس حکم کی تعمیل میں فریدوں جنگ بہادر نے ایک راز کا مکتوب مورخہ ۱۳ / جنوری مسٹر گلانسی کو تحریر کیا جس کے ساتھ عمادالملک کی درخواست ، مہاراجہ کی عرضداشت اور آصف سابع کے دو احکام کی نقلیں بھی منسلک کی گئی تھیں اور مسٹر گلانسی سے عمادالملک کی درخواست کے بارے میں رائے دینے کی خواہش کی گئی تھی ۔ مسٹر گلانسی نے اپنے جوابی مکتوب مورخہ ۱۵ / جنوری میں فریدون

جنگ کو تحریر کیا۔"

"آپ کا کا مکتوب وصول ہوا جس کے ساتھ نواب عماد الملک بہادر کی درخواست اور اس سے متعلق کاغذات روانہ کے گئے ہیں اور نواب عماد الملک کی اتالیقی کے معاوضہ کے بارے میں میری رائے طلب کی گئی ہے۔ میں اپنے جواب میں کہنا چاہوں گا کہ آصف سابع کا یہ ارشاد ہوا ہے کہ اتالیقی کے معاوضہ کی رقم خزانہ دیوانی سے ادا کی جائے۔ یہ صورت مسٹر لیجرٹن کے معاملے سے جداگانہ ہے جن کو معاوضہ خزانہ صرفخاص سے ادا کیا جاتا تھا۔ اگر آصف سابع کا یہ خیال ہے کہ نواب عماد الملک کو اتالیقی کا معاوضہ خزانہ دیوانی سے ادا کیا جائے تو بے شک ایسا ہونا ہی چاہیے لیکن میں اس امر کا عرض کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میرے علم میں ایسی ایک ہی نظیر ہے لیکن یہ معاملہ اس کے موافق اور مطابق نہیں ہے۔ نواب عماد الملک جس زمانہ میں آصف سابع کے اتالیق تھے اس وقت وہ دیوانی سے اچھی تنخواہ پاتے تھے لیکن آصف سابع کا یہ خیال ہے کہ ان کو مزید معاوضہ دیوانی سے ملنا چاہیئے تو میں یہ رائے دونگا کہ ان کو یکمشت دس ہزار روپے دئے جائیں۔ نواب عماد الملک مسٹر لیجرٹن کی طرح اتالیقی کے فرائض انجام دینے میں اپنا سارا وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ فی الحقیقت وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ ساتھ ہی ساتھ دوسرے اہم کام کے لئے دیوانی سے ایک بڑی تنخواہ پاتے تھے۔

مسٹر گلانسی کی رائے وصول ہونے کے بعد سالار جنگ سوم، مدار المہام نے ایک تفصیلی عرضداشت مورخہ ۱۹/ جنوری ۱۹۱۳ء آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے پیش کی۔ اس عرضداشت میں مسٹر گلانسی کی رائے کا خلاصہ درج کرنے کے بعد سالار جنگ نے لکھا کہ اس بارے میں فریدون جنگ نے عرض کیا ہے کہ اگر خدمت اتالیقی کا الاونس ماہانہ دوسو روپے بھی رکھا جائے تو ساڑھے چھ سال کا الاونس پندرہ ہزار روپے سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے نواب عماد الملک بہادر کو ان کی اس خدمت

گزاری کے صلہ میں یکمشت پندرہ ہزار روپے خزانہ دیوانی سے دینے کے لئے آصف سابع کا حکم صادر ہو تو مناسب ہوگا ۔ سالار جنگ نے عرضداشت کے آخر میں لکھا کہ انھیں فریدون جنگ کی رائے سے پورا اتفاق ہے ۔ آصف سابع نے مسٹر گلانسی کی رائے کو نظرانداز کرتے ہوئے سالار جنگ اور فریدوں جنگ کی رائے کو منظوری عطا کی ۔ اس سلسلہ میں آصف سابع کا جو حکم مورخہ ۲۹/ جنوری سالار جنگ کے نام صادر ہوا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

" میری اتالیقی کے الاونس کی نسبت عمادالملک بہادر کی درخواست کے متعلق تمہاری اور فریدوں جنگ بہادر کی رائے معروضہ مناسب ہے ۔ حسبۂ عمادالملک بہادر کو یکمشت رقم پندرہ ہزار روپے خزانہ عامرہ سے دلائی جائے ۔"

پندرہ ہزار روپے کی یہ رقم آج بھلے ہی زیادہ معلوم نہ ہو لیکن ۱۹۱۳ء یعنی پہلی جنگ عظیم سے قبل کے دور میں اس دور کی قیمتوں اور قدر زر کی مناسبت سے یہ رقم آج لاکھوں ہی میں شمار کی جا سکتی ہے ۔

ماخذ

File No. P2/B37 of 1870

Instalment No. 7, List No 1, Serial No. 1

Sub :- Nawab Imad - ul - Mulk Bahadur,s Letters

سر نظامت جنگ کی مدت ملازمت میں توسیع

سیرت کے چند پہلو

سر نظامت جنگ بہادر حیدر آباد کی مردم خیز سرزمین سے ابھرنے والی عظیم شخصیتوں میں منفرد مقام رکھتے ہیں انھوں نے انیسویں صدی کے آخر میں سابق ریاست حیدر آباد میں اپنے کیریر کا آغاز کیا اور بیسویں صدی کی ابتدائی تین دہائیوں تک وہ دو سلاطین حیدر آباد آصف سادس نواب میر محبوب علی خان اور آصف سابع نواب میر عثمان علی خان کی حکومتوں میں کلیدی عہدوں پر فائز رہے ۔ عدلیہ اور حکومت کے اعلی عہدوں سے بھی بڑھ کر ان کی شخصیت کی اہمیت شاعر اور دانشور کی حثیت سے نمایاں ہوتی ہے ۔ وہ سابق ریاست حیدر آباد کے ایک عدیم المثال اڈمنسٹریٹر ہی نہیں تھے بلکہ ہندوستان کے ان گنے چنے شعراء میں سے ایک تھے جنھوں نے ہندوستانی ہونے کے باوجود انگریزی کی شاعری کو بھی مالا مال کیا ۔ نظامت جنگ ملک کی عظیم المرتبت ہستی اور انگریزی کی نامور شاعرہ سروجنی نائیڈو کے نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ وہ بلبل ہند سے بے حد قریبی مراسم رکھتے تھے اور شاعری میں وہ سروجنی نائیڈو کے ہم رتبہ تھے ۔ انگریزی زبان پر نظامت جنگ کی ماہرانہ قدرت اور ان کی انگریزی شاعری کی دیگر اعلی خوبیوں کے خود اہل زبان معترف ہیں ۔ نظامت جنگ نے فارسی زبان میں بھی وسیع شعری سرمایہ چھوڑا ہے انھوں نے قرآن مجید اور اسلامی علوم کا بڑا گہرا اور محققانہ مطالعہ کیا تھا

سر نظامت جنگ کو ریاست حیدر آباد میں مختلف اہم عہدوں پر خدمات انجام دینے کے بعد رکن عدالت العالیہ ، میر مجلس عدالت العالیہ اور معتمدی سیاسیات کے عہدوں پر فائز کیا گیا ۔ باب حکومت کے قیام پر نومبر ۱۹۱۹ء میں جو پہلی کابینہ تشکیل دی

گئی تھی اس میں نظامت جنگ کو صدر المہام سیاسیات مقرر کیا گیا تھا وہ اس نہایت اہم خدمت پر دس سال سے کچھ زیادہ مدت تک کارگزار رہے ۔ انھیں اس خدمت پر تین سال آٹھ ماہ سے زیادہ مدت کیلئے توسیع دی گئی تھی ۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ سرنظامت جنگ نے سوائے صدر اعظم کے عہدہ کے ریاست حیدرآباد کے دیگر تمام اہم عہدوں کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں ۔ محمد مظہر "تذکرہ باب حکومت" میں لکھتے ہیں کہ سرعلی امام کی وزارت میں بڑی حد تک نظامت جنگ ہی لیڈر آف کونسل تھے ۔ نظامت جنگ کے والد رفعت جنگ اول، چچا عماد جنگ اور بڑے بھائی رفعت یار جنگ ثانی طویل عرصہ تک اہم خدمتوں پر فائز رہے اس طرح سابق ریاست حیدرآباد کے لئے اس خاندان کی خدمات بڑی ممتاز اور نمایاں رہی ہیں ۔

سرنظامت جنگ کی مدت ملازمت میں توسیع سے متعلق جو مواد آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ کے ریکارڈز کے ذخائر سے دستیاب ہوا ہے اسکی بنیاد پر یہ مضمون قلمبند کیا گیا ہے تین سال آٹھ ماہ سے زیادہ مدت کے لئے سرنظامت جنگ کی مدت ملازمت میں جو توسیع دی گئی تھی اس کاروائی سے متعلق سارا مواد پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے ۔ اس کاروائی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سرنظامت جنگ ۵۵ سال عمر کی تکمیل پر خدمت سے وظیفہ پر سبکدوش ہوجانا چاہتے تھے مدت ملازمت میں توسیع کے نہ تو وہ خواہش مند تھے اور نہ تو توسیع سے خوش تھے جبکہ والیٔ ریاست آصف سابع نواب میر عثمان علی خان انھیں ان گراں بہا ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے لئے تیار نہیں تھے ۔ سرنظامت جنگ کی مدت ملازمت میں توسیع سے متعلق آرکائیوز کے مواد کے غائر مطالعہ سے ان کی سیرت اور شخصیت کے چند اہم پہلو نمایاں ہوتے ہیں

اس کاروائی کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ۔

سرنظامت جنگ نے ۵۵ سال عمر کی تکمیل پر ملازمت سے سبکدوش کئے جانے کے لئے حسب ذیل درخواست مورخہ ۴ / اردی بہشت ۱۳۳۵ م ف ۸ / مارچ ۱۹۲۶ء

صدر اعظم کے نام روانہ کی۔

" بتاریخ ۱۱ / خورداد ۳۵ف میری عمر ۵۵ سال کی ہوجائے گی اور میں وظیفہ پر علحدہ ہونے کا مستحق ہوں گا جس کا مجھے کئی سال سے انتظار ہے۔اب میری استدعا یہ ہے کہ پیشگاہ سرکار سے اس کا مجھے موقع عطافرمایا جائے تاکہ میں اپنی عمر کا آخری حصہ علمی مشاغل میں صرف کر سکوں ۔ براہ کرم میری یہ استدعا پیشگاہ سرکار تک پہونچائی جائے تاکہ وہاں سے جو حکم شرف صدور لائے حسبۂ عمل کیا جاسکے ۔یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۱ / خوردار ۳۵ف سے حسب قاعدہ میری تنخواہ بند ہوجائیگی اس لئے میری خواہش یہ ہے کہ وظیفہ کی کاروائی اگر ہو تو اس مہینے کے اندر وہ مکمل ہوجائے ۔ وظیفہ کی مقدار کے متعلق میں صرف یہ عرض کرنا چاہتاہوں کہ جو کچھ حسب قواعد مل سکتاہے اس سے ایک پیسہ زیادہ میں نہیں چاہتا ۔اس لئے اس مسئلہ کے تصفیہ میں نہ کوئی دقت پیش آسکتی ہے اور نہ زیادہ مدت کی ضرورت ہے ۔فقط

نظامت جنگ "

ولی الدولہ بہادر نے جو اس وقت منصرم صدر اعظم تھے اس سلسلہ میں ایک عرضداشت مورخہ ۲ / رمضان ۱۳۴۴ھ م ۱۷ / مارچ ۱۹۲۶ء آصف سابع کی خدمت میں پیش کی جس میں انھوں نے سرنظامت جنگ کی درخواست کا خلاصہ درج کر کے لکھا " ضمائر سلطانی سے سلطنت کا جزو کل کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے اور بخوبی روشن ہے کہ نظامت جنگ بہادر سے معاملات کونسل کی حدتک کیسی مدد ملتی ہے " لہذا بعد ملاحظہ معروضہ جو بھی حکم صادر ہوگا اس کی تعمیل کی جائے گی ۔جس روز عرضداشت پیش کی گئی تھی اسی روز آصف سابع کا فرمان صادر ہوا ۔آصف سابع نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ سرنظامت جنگ کی صحت اکثر خراب رہتی ہے انھیں سبکدوش ہونے کی اجازت نہیں دی اور ابتداً ان کی مدت میں ایک سال کی توسیع منظور کی ۔اس سلسلہ میں آصف سابع کا جو فرمان جاری ہوا تھا اس کا متن درج ذیل ہے ۔

" مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ نظامت جنگ کی صحت اکثر خراب رہتی ہے اور عمر بڑھنے سے انسان کے قوی زیادہ کام کے متحمل نہیں رہتے ہیں تاہم ان کے دیرینہ خدمات (جو قابل قدر ہیں) کے مدنظر میں ان کی مدت ملازمت میں ایک سال کی توسیع دیتا ہوں اور جب وہ وظیفہ پر علحدہ ہونگے تو اس وقت حسب قواعد جاریہ و صوابدید میں خود ان کے پنشن کا تصیفہ کروں گا۔ سردست اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ۔ اس حکم کی نقل اطلاعاً نظامت جنگ کے ہاں بھجوادی جائے ۔ "

آصف سابع نے صرف ایک سال کی توسیع پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فرامین مورخہ ۳ / اپریل ۱۹۲۷ء اور ۱۳ / اپریل ۱۹۲۸ء کے ذریعہ نظامت جنگ کی مدت ملازمت میں مزید ایک ایک سال کی توسیع منظور کی ۔ سہ سالہ توسیع کی مدت ختم ہونے سے کچھ پہلے نظامت جنگ نے آصف سابع کی خدمت میں حسب ذیل معروضہ مورخہ ۳ / جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ م ۱۳ / ڈسمبر ۱۹۲۸ء پیش کیا جس میں انھوں نے دوبارہ خدمت سے سبکدوش کر دئے جانے کی درخواست کی ۔

" ۵۵ سال کی عمر ہوتے ہی فدوی نے یہ عرض کیا تھا کہ عہدہ کے فرائض سے سبکدوش کرکے آرام پانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تو بعید از پرورش نہ ہوگا کیونکہ ایک عمر کے بعد صحت کو قائم رکھنے کے لئے انسان کو آرام اور بیفکری کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس وقت اجازت نہیں ملی اور بہ تعمیل حکم سرکار فدوی اب تک کارگزار رہا ۔ سرکار نے بکمال نوازش ، فدوی کی ناچیز خدمات کی قدر افزائی فرماتے ہوئے مسلسل تین سال توسیع منظور فرمائی اور اس قدر افزائی کا فدوی جان و دل سے مشکور ہے ۔ اب فدوی کی عمر ۵۸ سال کی ہوچکی ہے جسمانی اور دماغی قوتوں میں فرق محسوس ہوتا جاتا ہے اور حالات زمانہ کے لحاظ سے دل میں یہ خواہش بڑھتی جاتی ہے کہ گوشہ تنہائی میں علمی مشاغل میں مصروف رہکر بقول حافظ یہ کہہ سکوں ۔

نہادہ ایم بار جہاں بر دل ضعیف
این کار و بار بستہ بہ یکسو نہادہ ایم "

پس اگر سرکار والا کی عنایت و نوازش سے اپنی اس امید میں کامیاب ہوجاوں اور خورداد ۱۳۳۸ف سے جبکہ مدت توسیع حالیہ ختم ہوتی ہے اسقدر وظیفہ پر جسکا ازروئے قاعدہ مستحق قرار پاؤں خدمت سے علحدہ ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تو یہ سمجھوں گا کہ سرکار کی اس رعایت سے (جسکو میرا دل کبھی نہیں بھول سکتا) میری عمر طبعی میں توسیع ہوئی ۔زیادہ حد ادب

خادم خیرخواہ

نظامت جنگ"

مہدی یار جنگ جو معتمد سیاسیات تھے اور نظامت جنگ سے صدرالمہامی کی خدمت کا جائزہ حاصل کرنے والے تھے اس وقت رخصت پر تھے اس لئے آصف سابع نے اپنے فرمان مورخہ ۲/ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ م ۱۳/ اپریل ۱۹۲۹ء میں مذکورہ بالا وجہ بیان کرتے ہوئے نظامت جنگ کو حسب دستور کام کرنے کی ہدایت کی ۔ مہدی یار جنگ زیارت مقامات متبرکہ سے مشرف ہوکر حیدرآباد واپس ہونے کے بعد رجوع خدمت ہوئے اور نظامت جنگ نے فوراً اپنی خدمت کا جائزہ مہدی یار جنگ کو دینے کی جانب توجہ کی چنانچہ معتمد فینانس اور امپیریل بینک آف انڈیا کے ایجنٹ کے نام دو مراسلے مورخہ ۱۴/ مئی ۱۹۲۹ء تحریر کے گئے جن کے ذریعہ یہ اطلاع دی گئی کہ سر نظامت جنگ نے محکمہ سیاسیات کی صدرالمہامی کی خدمت کا جائزہ دیدیا ہے لیکن یہ مراسلے جاری نہیں کئے جاسکے اور انہیں منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اسی تاریخ آصف سابع کا فرمان صادر ہوا کہ سر راس مسعود نے حکومت ریاست حیدرآباد کے پولٹیکل سکریٹری کی خدمت کو قبول کرلیا تھا جسکی انھیں پیش کش کی گئی تھی مگر بعد ازاں انھیں تین سال کے لئے علیگڈھ یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا ۔چونکہ یونیورسٹی کے حالات اطمینان بخش نہیں ہیں اور وہ وہاں جاکر خدمت بجالانا چاہتے ہیں اس لئے انھیں اس کی اجازت دے دی

گئی ہے۔ ایسی صورت میں پھر پولٹیکل سکریٹری کی خدمت معرض بحث میں پڑ گئی ہے۔ لہذا اس کا انتظام ہونے تک نظامت جنگ پولٹیکل ممبر (صدرالمہام سیاسیات) کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا فرمان صادر ہونے کے کچھ عرصہ بعد سر نظامت جنگ نے سبکدوش کئے جانے کے بارے میں آصف سابع کو زبانی طور پر یاد دلایا تھا لیکن آصف سابع نے لارڈ اردن وائسرے ہند کے مجوزہ دورہ حیدرآباد کے پیش نظر انھیں ڈسمبر ۱۹۲۹ء کے اختتام تک کارگزار رہنے کی ہدایت کی۔ سر نظامت نے اپنے معروضہ میں یہ تحریر کرتے ہوئے کہ ان احکام کی تعمیل کی جائیگی استدعا کی کہ انھیں معمولی اور غیر اہم کمیٹیوں میں شریک ہونے سے معاف فرمایا جائے تو ان کی صحت محفوظ رہے گی انھوں نے مزید یہ بھی لکھا کہ مال کے مقدمات کا مرافعہ سننے کے لئے انھیں صدرالمہام مال کیساتھ اجلاس متفقہ میں شریک ہونا پڑتا ہے مگر بعض اوقات آصف سابع کی پیشی میں حاضر رہنے کی وجہ سے وہ وہاں نہیں جاسکتے جسکی وجہ سے کام ملتوی ہوجاتا ہے اس لئے انھیں اس اجلاس کی شرکت سے بھی معاف فرمایا جائے۔ اس معروضہ پر آصف سابع نے ایک فرمان مورخہ ۳ / صفر ۱۳۴۱ھ م ۱۱ / جولائی ۱۹۲۹ء کے ذریعہ باب حکومت کو لکھا کہ نظامت جنگ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ درست ہے اور انھیں (آصف سابع) اس بیان سے اتفاق ہے۔ نظامت جنگ کی صحت کے مدنظر انھیں کچھ آرام لینا بھی ضروری ہے۔ اس فرمان کے منشاء کی تعمیل میں باب حکومت نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۲ / جولائی ۱۹۲۹ء میں اجلاس متفقہ کے کام کے لئے عقیل جنگ بہادر کو زائد رکن مقرر کرنے کی منظوری دی تاکہ نظامت جنگ بہادر کے شریک نہ ہوسکنے کی صورت میں اجلاس کا کام نہ رکے۔

لارڈ ارون وائسرے ہند کے دورہ حیدرآباد کے فوری بعد سر نظامت جنگ نے ۲ / جنوری ۱۹۳۰ء کو مہدی یار جنگ معتمد سیاسیات کو صدرالمہامی سیاسیات کا جائزہ

دیدیا۔

یہ صحیح ہے کہ نظامت جنگ نے اپنی ایک درخواست میں لکھا تھا کہ وہ وظیفہ میں ایک پیسہ اضافہ نہیں چاہتے لیکن ان کی سبکدوشی کے صرف دو ڈھائی ماہ بعد آصف سابع نے تاریخ سبکدوشی سے سرنظامت جنگ کے ایک ہزار روپے ماہانہ وظیفہ میں ۵۰۰ روپے زائد دئے جانے کے احکام صادر کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دس سال سے زیادہ مدت تک اس اہم عہدہ پر فائز رہتے ہوئے نظامت جنگ جو تنخواہ پا رہے تھے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا تھا اور انھوں نے عمر وظیفہ کی تکمیل کے بعد بھی تقریباً چار سال تک خدمات انجام دی تھیں۔

سرنظامت جنگ کی شخصیت میں دانشورانہ و فلسفیانہ مزاج، انا، خوداری، بے نیازی، استغناء اور عظمت کے جو دیگر پہلو مضمر تھے ان کی تلاش کے لئے ان کی سوانح عمری کے مطالعہ کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس شخصیت کے بارے میں دیگر ارباب فکر و نظر کی رائے یا شہادت درکار ہے۔ یہ شخصیت خود اپنی تحریروں اور ان تحریروں کے جواب کے طور پر لکھی گئی تحریروں کے آئینہ میں اپنی بڑائی اور بلندی کو منوالیتی ہے۔ میری مراد سرنظامت جنگ کے معروضوں اور ان پر آصف سابع کی جانب سے جاری کردہ فرامین سے ہے جن کے متن پیش کئے جاچکے ہیں۔

اچھے اچھے لوگ کرسی کے پیچھے دوڑتے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس کردار کی شان بے نیازی کا عالم یہ ہے کہ کرسی اس کے پیچھے دوڑتی ہے اور دوڑانے والے کوئی اور نہیں فرمان روائے وقت ہیں۔ آرکائیوز کے ریکارڈز سے یہ صاف ظاہر ہے کہ نظامت جنگ اپنی خدمت پر برقرار رہنے کی بجائے جلد از جلد علحدہ ہوجانا چاہتے تھے جبکہ آصف سابع ان کو اس خدمت سے جلد سبکدوش کردینے کے حق میں نہیں تھے۔ اس نہایت اہم خدمت پر بدیر برقرار رکھنے کی کوششوں کا یہی مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ آصف سابع نہ صرف نظامت جنگ کے کام سے پوری طرح مطمئن تھے بلکہ ان پر مکمل اعتماد بھی رکھتے

تھے ۔

میر مجلس عدالت العالیہ کے عہدہ پر انھیں دو ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی ۔ معتمد سیاسیات کی خدمت پر تقرر کے بعد بھی وہ یہی یافت پاتے رہے اور صدر المہام سیاسیات بنائے جانے کے بعد بھی ان کی ماہانہ تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ۔ دس سال سے زیادہ عرصہ تک وہ ریاست کے اس اہم اور ذمہ دار عہدہ پر فائز رہے اور یہی تنخواہ پاتے رہے ۔ انھوں نے کبھی بھی اپنی تنخواہ میں اضافہ کے لئے درخواست یا نمائندگی نہیں کی ۔ حد تو یہ ہے کہ جب پہلی بار انھوں نے خدمت سے سبکدوشی کئے جانے کی درخواست پیش کی تو اس میں یہ لکھا کہ وہ اپنے وظیفہ میں ایک پیسہ کا اضافہ نہیں چاہتے اس طرح وہ ہمیشہ کرسی کے علاوہ مالی منفعت اور صلہ کی خواہش سے بے نیاز و بے پرواہ رہے ۔

عام طور پر شخصی دور حکومت میں معروضے حکمران وقت کی خوشامد، مدح سرائی اور تصنع سے پر ہوا کرتے ہیں مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کے معاملہ میں ذی حیثیت شخصیتیں بھی ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتی ہیں لیکن نظامت جنگ نے مروجہ آداب و مراتب کو ملحوظ رکھنے سے ہٹ کر قصیدہ خوانی اور مدح سرائی نہیں کی اور کبھی اپنی اعلیٰ دانشوارانہ سطح سے نیچے نہیں آئے ۔

سہ سالہ توسیع کی مدت کے ختم ہونے سے کچھ قبل سر نظامت جنگ نے آصف سابع کی خدمت میں جو معروضہ پیش کیا تھا اس میں انھوں نے لکھا تھا " حالات زمانہ کے لحاظ سے دل میں یہ خواہش بڑھتی جاتی ہے کہ گوشہ تنہائی میں علمی مشاغل میں مصروف رہ کر بقول حافظ یہ کہہ سکوں ۔

نہادہ ایم بار جہاں بردل ضعیف

این کار و بار بستہ بہ یکسو نہادہ ایم

اس شعر کے تحریر کئے جانے پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انھیں اپنے مقام اور اہمیت کا

پورا پورا اندازہ تھا ۔ واقعی اس احساس کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں ہے لیکن حیرت اس بات کاہے کہ حکمران وقت کی خدمت میں پیش کے گئے معروضے میں انھوں نے اپنے بارے میں یہ شعر تحریر کیا تھا جو واقعی جرات، ہمت اور حوصلہ کی بات ہے ۔

ان تمام اوصاف کے علاوہ زیر تبصرہ تحریریں صاف اور صریح انداز میں یہ بھی ظاہر کرتی ہیں کہ سر نظامت جنگ کو سب سے زیادہ عزیز وہ تنہائی تھی جس سے وہ ایک مفکر اور دانشوار کی حیثیت سے لطف اندوز ہونا پسند کرتے تھے اور مطالعہ و علمی مشاغل کے ذریعہ اپنے ذوق کی تسکین چاہتے تھے ۔

سر نظامت جنگ کی سیرت کے چند ایسے ہی پہلو انھیں اس دور کے حیدر آباد کی اہم شخصیتوں سے ممتاز اور نمایاں کرتے ہیں ۔ سیرت اور شخصیت کے گہرے اور ان مٹ نقوش اور قابل قدر کارناموں کے باعث سر نظامت جنگ کا نام سابق ریاست حیدر آباد کی تاریخ میں زندہ اور باقی رہے گا ۔

ماخذ

Instalment NO. 28, list NO. 1, Serial NO.200

File No. P2/a 133

Group - Public Service

Major - Hyderabad State Services

Minor - Political Secretary's Office

Sub - Nawab Nizamat Jung Bahadur

نامور مصور عبدالرحمٰن چغتائی
کی
سرپرستی اور قدردانی

برصغیر غیر منقسم ہندوستان کے مایہ ناز مصور عبدالرحمن چغتائی جس زمانے میں دیوان غالب کا مصور ایڈیشن شائع کرنے کی تیاری کر رہے تھے تو انھیں اس ایڈیشن کو آصف سابع کے نام معنون کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انھوں نے اس کی اجازت کے حصول کے لئے علامہ اقبال سے درخواست کی کہ وہ سراکبر حیدری کے نام جو اس زمانے میں سابق ریاست حیدرآباد میں صدرالمہام فینانس تھے سفارشی خط تحریر کریں ۔ علامہ اقبال نے اس سلسلہ میں سراکبر حیدری کے نام جو سفارشی خط لکھا تھا اس پر حکومت سابق ریاست حیدرآباد نے غور وخوص اور ساری کاروائی کی تکمیل کے بعد دیوان غالب کے مصور ایڈیشن کو آصف سابع کے نام معنون کرنے کی اجازت دے دی ۔ اس کتاب کے قیمتی ایڈیشن کے دس نسخے بھی حکومت حیدرآباد کی جانب سے خریدے گئے تھے ۔

دو سال بعد عبدالرحمن چغتائی کی تیس قلمی تصاویر حکومت حیدرآباد نے ایوان شاہی دہلی کے لئے بارہ ہزار روپے میں خریدیں ۔ مزید دو سال کی مدت کے بعد چغتائی صاحب نے لندن سے ایک کیبل روانہ کرتے ہوئے اطلاع دی کہ وہ رباعیات عمر خیام کا ایک باتصویر ایڈیشن تیار کرنے میں مصروف ہیں ساتھ ہی ساتھ وہ اسلامی آرٹ پر بھی ایک کتاب قلمبند کر رہے ہیں اور ان کاموں کی تکمیل کے لئے انھیں دو سال تک

یورپ میں قیام کرنا پڑے گا۔اس کے لئے آصف سابع کی جانب سے امداد ناگزیر ہے آصف سابع کی امداد کے بغیر نہ تو وہ وہاں اتنے عرصہ تک قیام کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنا کام مکمل کر سکتے ہیں۔ حکومت ریاست حیدرآباد کے ارباب ذمہ دار میں چغتائی صاحب کو مزید امداد دینے کے بارے میں اختلاف رائے تھا۔ مسل (file) کے کھوجانے کی وجہ سے بھی اس سلسلہ میں کچھ تاخیر ہوئی مگر آصف سابع کی شخصی دلچسپی کی وجہ سے چغتائی صاحب کو پانچ ہزار روپے کی رقم بطور امداد دی گئی اس کے علاوہ ان کی باسٹھ (۶۲) تصاویر کا کامل سٹ خریدنے کے لئے پندرہ ہزار روپے بھی منظور کے گئے۔

عبدالرحمن چغتائی کے دیوان غالب اور رباعیات عمر خیام کے مصور ایڈیشن اور ان کی تیار کردہ تصاویر کی خریدی کی متذکرہ کاروائیوں کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال نے عبدالرحمن چغتائی کے بارے میں سراکبر حیدری کے نام انگریزی میں ایک مکتوب مورخہ ۱۹ / اپریل ۱۹۲۸ء تحریر کیا تھا۔ سابق ریاست حیدرآباد کی جانب سے عبدالرحمٰن چغتائی کی سرپرستی اور قدردانی سے متعلق جو امسلہ آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈز سے راقم الحروف کو دستیاب ہوئی ہیں ان کے مطالعہ اور تجزیہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حکومت حیدرآباد میں چغتائی صاحب کے بارے میں پہلی کاروائی کا آغاز علامہ اقبال کے اسی مکتوب سے ہوا تھا۔ علامہ اقبال کا یہ مکتوب غالباً غیر مطبوعہ ہے۔اس انگریزی مکتوب کا اردو ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

" میں یہ مکتوب پنجاب کے مشہور مصور عبدالرحمن چغتائی کے لئے تحریر کر رہا ہوں جن کا میں گذشتہ ماہ دسمبر میں جبکہ آپ لاہور تشریف لائے تھے تعارف کرواچکا ہوں ۔ عبدالرحمن چغتائی دیوان غالب کا ایک مصور ایڈیشن شائع کر رہے ہیں جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہوگی ۔انھوں نے اس توقع میں کہ جو حضرات آرٹ کے قدردان ہیں اس کام کی ہمت افزائی کریں گے بڑی بھاری رقم اس کتاب پر

صرف کی ہے وہ اس کتاب کو ہزاگز الٹیڈ ہائنس کے نام معنون کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے خواہش کی ہے کہ میں اس سلسلہ میں ضروری اجازت کے حصول کے لئے آپ سے درخواست کروں ۔ جہاں تک میری غور کردہ رائے کا تعلق ہے یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کا انتساب ہندوستان میں علم و فن کے عظیم ترین سرپرست کے نام ہو ۔ عبدالرحمن چغتائی چند تصاویر روانہ کر رہے ہیں جنھیں آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے ۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں عبدالرحمن آرٹ کے ایک نئے دبستان کے بانی ہیں اور عظیم حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں خاص طور پر اس لئے کہ انھوں نے اس کتاب کو اپنا سب کچھ دے دیا ہے ۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں آرٹ اور علم کا مرکز حیدرآباد عبدالرحمن چغتائی کی کتاب کی قدر کرے گا اور وہ سب کچھ کرے گا جو ان کی مدد کے لئے کیا جاسکتا ہے " ۔ علامہ اقبال نے اپنے مکتوب کے ساتھ مرقع چغتائی پر انگریزی میں یادداشت (note) ، عبدالرحمن چغتائی کی مصوری پر جیمس کزن James Cousins کا مختصر مضمون ، عبدالرحمن چغتائی کا اکبر حیدری کے نام اردو میں مکتوب اور زیر بحث کتاب کے لئے انتساب کا مسودہ بھی منسلک کیا تھا ۔

حیدر نواز جنگ (سر اکبر حیدری) نے آصف سابع کے نام اپنے انگریزی معروضہ مورخہ ۱۹ / مئی ۱۹۲۸ء کے ساتھ ان کے نام موسومہ علامہ اقبال کے انگریزی مکتوب کی نقل منسلک کرتے ہوئے لکھا کہ دیوان غالب کے ایڈیشن کو آصف سابع کے نام گرامی سے معنون کرنے کے لئے اجازت دینے کی استدعا کی گئی ہے ۔ یہ ایڈیشن عبدالرحمن چغتائی کی تصاویر سے مزین ہوگا جن کی مصوری ہندوستان اور یوروپی دنیا کے آرٹ کو اپنی جانب متوجہ کر رہی ہے جس کا اندازہ آرٹ کے نقاد جیمس کزن کے منسلکہ مضمون سے لگایا جاسکتا ہے ۔ سر اکبر حیدری نے اپنے معروضہ کے ساتھ علامہ اقبال کی جانب سے روانہ کردہ تمام کاغذات بھی منسلک کئے تھے ۔ اپنے معروضہ کے آخر میں انھوں نے لکھا تھا کہ اس بارے میں آصف سابع جو بھی حکم صادر فرمائیں گے اس کی اطلاع وہ علامہ

اقبال کو روانہ کر دیں گے۔

آصف سابع نے سر اکبر حیدری کی عرضداشت کو منسلکات کے ساتھ واپس کرتے ہوئے بذریعہ فرمان مورخہ ۱۷/ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ م ۶/ جون ۱۹۲۸ء حکم صادر کیا "کونسل کی رائے پیش کی جائے۔آیا اس کو (دیوان غالب کے باتصویر ایڈیشن) میرے نام سے معنون کرنے کی اجازت دینے کے علاوہ اس کے چند نسخے خریدنا مناسب ہوگا۔ اگر مناسب ہوگا تو کتنے نسخے گورنمنٹ کی جانب سے خریدے جائیں"۔فرمان میں صادر کے گئے احکام کی تعمیل میں کاروائی باب حکومت کے اجلاس میں پیش کی گئی جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی "کونسل کی رائے میں تجویز پیش کردہ شرف قبولیت بخشنے کے قابل ہے اور یہ کہ دس نسخوں کا گورنمنٹ کی طرف سے خریدنا کافی ہوگا۔" مہاراجہ سرکشن پرشاد صدراعظم نے ایک عرضداشت میں بابت حکومت کی قراداد درج کر کے اسے آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا۔آصف سابع نے باب حکومت کی قرارداد کو منظور کیا اور اس بارے میں یہ فرمان مورخہ ۶/ اگست ۱۹۲۸ء صادر ہوا۔"کتاب مذکور کو میرے نام سے معنون کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔کتاب طبع ہوئے بعد اس کے دس نسخے منجانب گورنمنٹ خرید کر میرے ملاحظہ میں گزرانے جائیں۔"

عبدالرحمن چغتائی کا مصور دیوان غالب "مرقع چغتائی" کے نام سے ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا جس میں ڈاکٹر جیمس کزن کا مقدمہ اور علامہ اقبال کا پیش لفظ شامل ہیں۔ چغتائی صاحب کی ۳۸ تصاویر بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔علامہ اقبال نے اپنے خط کے ساتھ کتاب کے لئے انتساب کا جو مسودہ بغرض منظوری روانہ کیا تھا وہی انتساب "مرقع چغتائی" میں شائع کیا گیا ہے۔اس بے مثل مرقع چغتائی کی اشاعت پر برطانوی ہند نے عبدالرحمن چغتائی کو خان بہادر کا خطاب عطا کیا تھا۔

"حیدرآباد کی علمی فیاضیاں" میں مولوی سید منظر علی اشہر لکھتے ہیں "ایوان شاہی دہلی کیلئے مسٹر چغتائی کی قلمی تصاویر کے تیس قطعات خریدے جانے کی غرض سے مبلغ

بارہ ہزار روپے کی منظوری بتاریخ ۲۹ / ربیع الثانی ۱۳۴۹ء م ۲۳ / سپٹمبر ۱۹۳۰ء عنایت ہوئی " اس مضمون میں جو اگلی کارروائی پیش کی گئی ہے اس میں ان تصاویر کی خریدی کا تذکرہ موجود ہے جس سے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہے ۔

عبدالرحمن چغتائی کی تیس تصاویر کی خریدی کے تقریباً دو سال بعد چغتائی صاحب نے آصف سابع کے نام لندن سے ایک کیبل مورخہ ۹ / اگسٹ ۱۹۳۲ء روانہ کیا جس میں انھوں نے لکھا " میں اپنے پر آپ کی سابقہ عنایتوں اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کی عام طور پر فیاضانہ امداد کو دیکھتے ہوئے یہ اطلاع دینے کی جرات کرتا ہوں کہ میں یورپ میں اپنے قیام کے دوران عمر خیام کی رباعیات کو مشرقی طرز کے مطابق مصور کر رہا ہوں تاکہ مشرق کی جانب سے مغرب کا جواب دیا جاسکے جو کہ اب تک نہیں ہوا ہے ۔ علم و آرٹ کے جو خزانے یہاں موجود ہیں میں ان سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامی آرٹ پر ایک کتاب بھی قلمبند کر رہا ہوں ۔ اس زبردست کام کے لئے میرے وسائل محدود ہیں اس لئے اس کام کو دو سال تک جاری رکھنے کے لئے میں ہزاگزالٹیڈ ہائنس سے مدد کی درخواست کے لئے مجبور ہوں ۔ موجودہ حالت میں یہاں مزید نہیں ٹھہر سکتا ۔ اگر ہزاگزالٹیڈ ہائنس اس درخواست کو منظور فرماتے ہیں تو مجھے فوراً مطلع کیا جائے ورنہ میں اپنے آپ کو مزید پریشانی میں ڈالے بغیر واپس ہوجاؤں گا ۔

عبدالرحمن چغتائی کے اس کیبل پر بذریعہ فرمان آصف سابع کا یہ حکم صادر ہوا کہ اس کیبل پر کونسل کی رائے عرض کی جائے چنانچہ باب حکومت کے اجلاس میں چغتائی صاحب کے روانہ کردہ کیبل پر غور کیا گیا اور یہ قرارداد منظور ہوئی " چغتائی صاحب کو کتب مرقعہ ہائے دیوان غالب اور ان کی تیار کردہ تصاویر کی خریدی کے سلسلہ میں سرکار عالی کی جانب سے کافی امداد دی جاچکی ہے اس کے بعد مزید امداد دینے کی سفارش عرض نہیں کی جاسکتی ۔ حسبہٗ چغتائی صاحب کو نفی میں جواب دینا مناسب ہے ۔ "
مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم نے باب حکومت کی قرارداد درج کرتے ہوئے اسے

آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا ۔آصف سابع نے باب حکومت کی قرارداد کو منظور نہیں کیا ۔ وہ عمر خیام کی رباعیات کی اشاعت کے لئے بھی کچھ نہ کچھ مالی امداد دینا چاہتے تھے اس بارے میں ان کا جو فرمان مورخہ ۱۴/ سپٹمبر ۱۹۳۲ء صادر ہوا تھا اس کا متن درج ذیل ہے ۔

"عمر خیام کی رباعیات تاریخی حیثیت رکھتی ہیں دنیائے علم میں ۔ پس مناسب ہوگا کہ تھوڑی بہت امداد اس میں دی جائے تاکہ یہ تاریخی کارنامہ بھی دست برد زمانہ سے محفوظ رہ جائے کیونکہ اس کی وقعت دیوان غالب سے بہت زائد ہے ۔"

یہ کارروائی ایک سال سے زیادہ عرصہ تک یونہی پڑی اور اس سلسلہ میں کوئی پیشرفت نہیں ہوسکی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ۱۹۳۲ء میں جو وفد حیدرآباد سے گول میز کانفرس میں شرکت کی غرض سے لندن گیا تھا اس میں باب حکومت کے ارکان شامل تھے چونکہ اس کاروائی کے لئے ان ارکان کی رائے درکار تھی اس لئے عبدالرحمن چغتائی سے متعلق مسل لندن بھیجی گئی ۔ اتفاقاً وہ وہاں گم ہوگئی اور کافی تلاش کے بعد بھی دستیاب نہ ہوسکی اس مسل اور اس کاروائی سے متعلق دیگر کاغذات کی گمشدگی پر آصف سابع نے ایک فرمان کے ذریعہ ناراضگی کا اظہار کیا ۔ باب حکومت میں اس کاروائی سے متعلق جو کاغذات دستیاب تھے ان کی بناء پر کاروائی کو آگے بڑھایا گیا جب عبدالرحمن چغتائی کی ایک اور درخواست مورخہ ۲۴/ نومبر ۱۹۳۴ء آصف سابع کے نام وصول ہوئی تو آصف سابع نے بذریعہ فرمان چغتائی صاحب کی درخواست صدراعظم (مہاراجہ سرکشن پرشاد) کو روانہ کرتے ہوئے اس پر رائے طلب کی ۔ اس بارے میں ناظم تعلیمات نے رائے دی کہ کم از کم ایک سو پونڈ بطور امداد دئے جائیں ۔ معتمد اور صدرالمہام تعلیمات نے اس رائے سے اتفاق کیا باب حکومت نے بھی ناظم تعلیمات کی

رائے سے اتفاق کرتے ہوئے قرار داد منظور کی۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد نے عرضداشت میں مندرجہ بالا آراء درج کیں اور باب حکومت کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے تحریر کیا کہ کونسل نے سو پونڈ امداد دینے کی جو رائے دی ہے اس سے ایسا کام کبھی انجام نہیں پائے گا۔ اس بارے میں انھوں نے اپنی یہ رائے لکھی کہ انگلستان میں عمر خیام کی رباعیات السٹریٹ کر کے بزبان انگریزی شائع کی جاچکی ہیں۔ مگر مجوزہ کام فارسی میں ہوگا چونکہ "حضرت اقدس" نے بھی اس کام کو پسند فرمایا ہے اور واقعی یہ ایک یادگار زمانہ کتاب ہوگی اس لئے پانچ ہزار روپے کلدار صاحب درخواست کو اس شرط سے دئے جائیں کہ وہ السٹریٹ کر کے یہ کتاب سرکار میں داخل کردے۔ حکومت مصنف کو بیس فیصد کتابیں دیگی۔ آصف سابع نے فرمان مورخہ ۸ / مئی ۱۹۳۵ء کے ذریعہ مہاراجہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسے منظوری عطا کی۔

مذکورہ بالا فرمان کے ذریعہ باب حکومت کی قرارداد کو منظوری نہیں دی گئی تھی اس لئے طے پایا کہ باب حکومت کے آئندہ اجلاس میں اس فرمان کی روشنی میں ساری کاروائی کا جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ اجلاس باب حکومت منعقدہ ۴ / امرداد ۱۳۴۴ف م ۱۰ / جون ۱۹۳۵ء میں متذکرہ بالا فرمان کی سماعت کے بعد طے پایا کہ چغتائی صاحب سے اس کتاب کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کر کے اس کاروائی کو باب حکومت کے اجلاس میں پیش کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد ناظم تعلیمات نے اس بارے میں چغتائی صاحب سے خط و کتابت کی۔ اس خط و کتابت کے نتیجہ میں یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ کتاب ابھی زیر ترتیب ہے جس کی تکمیل کے لئے چغتائی صاحب عنقریب یورپ جانے والے ہیں اور وہ اس کام کے لئے حکومت حیدرآباد سے غیر معمولی مدد کے متوقع ہیں تاکہ اس ایڈیشن کو پیش کرنے کے قابل ہوسکیں۔ ان تمام تفصیلات کے حصول کے بعد باب حکومت نے اپنے اجلاس میں یہ قرارداد منظور کی کہ وہ سابق رائے پر قائم ہے اور مصنف غیر معمولی امداد کے متوقع ہیں جس کی سفارش

نہیں کی جا سکتی ۔ جب یہ ساری تفصیلات بذریعہ عرضداشت آصف سابع کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں تو انھوں نے قبل ازیں جو پانچ ہزار روپے کی منظوری عطا کی تھی اس کی توثیق کرتے ہوئے لکھا کہ اس کی اطلاع دیتے ہوئے چغتائی صاحب کو لکھ دیا جائے کہ اس سے زیادہ امداد نہیں دی جا سکتی ۔

رباعیات عمر خیام کے ایڈیشن کے سلسلہ میں چغتائی صاحب کو پانچ ہزار روپیے کی امداد منظور کی جا چکی تھی مگر وہ ریاست حیدرآباد سے مزید رقمی امداد حاصل کرنے کے خواہاں تھے چنانچہ انھوں نے ایک اور معروضہ روانہ کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ تقریباً آٹھ سال قبل انکی کتاب مرقع چغتائی شائع ہوئی تھی جسے آصف سابع کے نام معنون کیا گیا تھا ۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے مرقع کی اہمیت کے پیش نظر انہیں خان بہادر کا خطاب دیا ۔ چند سال سے وہ رباعیات عمر خیام کا باتصویر ایڈیشن شائع کرنے کی فکر میں ہیں ۔ اس سلسلہ میں وہ یوروپ بھی گئے تھے اور وہاں جو ایرانی آرٹ جمع ہے اس کا انھوں نے مطالعہ کیا ہے تاکہ کتاب ہر حیثیت سے مکمل ہو ۔ اس کتاب کی اشاعت کے لئے پچاس ہزار سے زیادہ اخراجات ہونگے لہذا وہ امداد کے مستدعی ہیں انھوں نے اپنے معروضہ میں یہ بھی لکھا کہ انھوں نے باسٹھ قلمی تصاویر تیار کی ہیں جس کی قیمت تقریباً پچاس ہزار روپے ہے ان تصاویر کو حکومت حیدرآباد پچیس ہزار روپے میں خرید سکتی ہے تاکہ وہ اس آمدنی سے زیر بحث کتاب کو مکمل کر سکیں ۔ چغتائی صاحب کی اس درخواست پر محکمہ فینانس ، غلام یزدانی ناظم آثار قدیمہ اور سید احمد مہتمم غارہائے اجنتا سے رائے دریافت کی گئی اور آخر کار اس کاروائی کو باب حکومت کے اجلاس میں پیش کیا گیا جس نے اپنی قرارداد میں لکھا کہ تیاری رباعیات کے لئے پانچ ہزار روپے کی امداد کے علاوہ چغتائی صاحب کی کل تصاویر کو خرید لینا مناسب ہے اور سال ہا سال کی محنت اور فن کی قدردانی کے لحاظ سے ان تصاویر کے لئے پندرہ ہزار روپے کلدار قیمت کا ادا کیا جانا مناسب ہے ۔ جب سر اکبر حیدری صدر اعظم نے عرضداشت میں کاروائی کی تمام

تفصیلات اور باب حکومت کی قرارداد درج کر کے اسے آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے روانہ کیا تو آصف سابع کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۲۴/ مارچ ۱۹۳۸ء صادر ہوا۔

" کونسل کی رائے کے مطابق عبدالرحمن چغتائی کو منظورہ رقم پانچ ہزار روپے ایصال کر دی جائے اور ان کی (۶۲) تصاویر کا کامل سٹ پندرہ ہزار روپے کلدار میں خرید کر لیا جائے۔"

ان تمام تفصیلات کا جائزہ لینے سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نامور مصور عبدالرحمن چغتائی کی سرپرستی اور قدردانی میں آصف سابع میر عثمان علی خاں اور حکومت حیدرآباد نے کتنی غیر معمولی دلچسپی لی تھی۔ زیر تذکرہ دور اگرچہ جمہوری دور نہیں تھا لیکن جمہوری مزاج اور کردار سے عاری بھی نہیں تھا اور علم و فن اور دانش کا اس زمانے میں بھی بول بالا تھا۔یہی نہیں بلکہ شعوری طور پر بھی تہذیبی ترقی اور اعلیٰ اقدار کی سربلندی اسٹیٹ (مملکت) کا نصب العین تھی۔

ماخذ

1 - Instalment No.82, List No. 3, Serial No. 269

مقدمہ۔ طلب رائے کونسل نسبت اشاعت و خریدی نسخہ دیوان غالب باتصویر مصور عبدالرحمن چغتائی

2 - Instalment No. 83, List No. 7, Serial No. 107

مقدمہ۔ طلب رائے کونسل بر کیبل عبدالرحمن چغتائی آرٹسٹ برائے امداد طبع و اشاعت کتاب مصور رباعیات عمر خیام

امجد حیدرآبادی کو خصوصی رعایت کے ساتھ مکمل وظیفہ

آصف سابع نواب میر عثمان علی خاں کے بارے میں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان کے دور میں بیرونی مشاہیر ہی کی زیادہ عزت افزائی اور سرپرستی کی گئی اور بیرونی مشاہیر اور ان کے پراجکٹوں کے لئے یا ان کے تحقیقی اور علمی کاموں کے لئے جی کھول کر حکومت حیدرآباد کی جانب سے امداد جاری کی گئی لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تاثر پوری طرح درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اس زمانے کے مخصوص تاریخی اور سماجی پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جہاں تک آصف سابع کے شخصی Contribution کا تعلق ہے انھوں نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو نظرانداز نہیں کیا اور منطقی نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی۔ ایسا کرتے ہوئے انھوں نے کسی شخصیت سے مرعوب ہوکر امداد جاری نہیں کی بلکہ ایسے کسی بھی عمل کو آخری مرحلے میں اپنے حق تنسیخ کو استعمال کرتے ہوئے کامیابی سے ہم کنار ہونے نہ دیا۔ حیدرآباد کے عظیم المرتبت شاعر حضرت امجد کے ساتھ انصاف کرنے کی جانب جب توجہ مبذول کروائی گئی تو آصف سابع نے اس حق دار کو اس کا حق دلانے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ یہ وہ دور تھا جب حیدرآباد کی سرزمین سے ابھرنے والی شخصیتیں بھی توجہ کی مستحق بننے لگی تھیں۔ چنانچہ آصف سابع کی حکمرانی کے آخری مراحل میں حیدرآباد کے باکمال فرزندوں کی امداد اور سرپرستی میں فیاضی سے کام لیا گیا۔ اس مضمون کا پہلا حصہ حضرت امجد حیدرآبادی سے متعلق ہے جس میں ان کے وظیفہ کی کارروائی کو قدرے تفصیل سے

پیش کیا گیا ہے ۔ مضمون کے دوسرے حصے میں مالی امداد اور وظائف جاری کرنے کے سلسلے میں آصف سابع کے رویے پر بحث کی گئی ہے ۔

حضرت امجد حیدرآباد کے ایک نمائندہ شاعر ہی نہیں تھے بلکہ اردو کے رباعی گو شعرا میں بہت بلند مقام رکھتے تھے ۔ وہ اپنی طرز کے منفرد صوفی شاعر تھے ۔ انھیں صنف رباعی پر بے پناہ عبور ہونے کی وجہ سے شہنشاہ رباعیات بھی کہا جاتا ہے ۔ حضرت امجد حین کا پورا نام احمد حسین ہے صدر محاسبی میں ملازم تھے ۔

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی کے آغاز پر جامعہ عثمانیہ کے سینیئر اساتذہ اور دارالترجمہ کے ارکان نے محسوس کیا تھا کہ اس باکمال شخصیت (حضرت امجد) کو ان کا مستحقہ مقام نہیں مل رہا ہے جس کی تلافی ضروری ہے چنانچہ جامعہ عثمانیہ کے پروفیسر صاحبان اور ارکان دارالترجمہ نے باضابطہ طور پر اپنی تحریک حکومت کے پاس روانہ کی تھی جو حسب ذیل ہے ۔

" پایہ تخت حیدرآباد دکن کے مشہور شاعر، حکیم ، مصنف حضرت مولوی امجد حین کی قادر الکلامی ، حکمت آموزی ، نکتہ نوازی و موثر کلامی کا ہندو دکن کے بہت سے نقادان سخن و اہل فضل و کمال نے بھی اعتراف کیا ہے ان کی مقبول عام و پسند خاص نظمیں ، اعلیٰ رباعیاں اور ان کی تصانیف خود ان کی کھلی شہادتیں ہیں جو صرف دکن ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کی علمی و ادبی حلقوں میں بھی امتیازی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں ۔ یہ قابل عرض ہے کہ ہماری سلطنت کی فیاضیوں سے ہندوستان ، ، ایران و عرب سیراب ہو رہے ہیں تو کیا یہ محل تعجب نہیں کہ ہماری حکومت آصفیہ جیسی علم پرور ، معارف نواز حکومت کے امتیازی بذل و نوال سے اگر کوئی محروم ہے تو وہ صرف حیدرآباد ہی کا یہ مسلم الثبوت شاعر و عالم جو تقریباً تیئیس سال سے صدر محاسبی سرکار عالی کے دفتر میں (۸۰ ۔ ۱۲۵) کے گریڈ میں زندگی بسر کر رہا ہے ۔ اگر ان کو کم از کم اس وقت ان کی مدت ملازمت کی رو سے جس وظیفہ کے وہ مستحق ہو چکے ہیں وہ عطا کیا جائے

اور ان کے کمالات شعری اور تصانیف علمی اور ادبی کے صلہ میں (۱۲۵) کا تکملہ بعنوان ماہوار خاص کیا جائے تو ملک کی ایک قابل قدر ہستی کی ایک متوقع سرپرستی اور مافات کی تلافی کی ایک گونہ صورت ہوگی اور حضرت امجد آئندہ فراغت خاطر کے ساتھ اپنے علمی اور ادبی کمالات سے عوام و خواص کو فائدہ پہنچا سکیں گے۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم نے درخواست پر حسب ذیل تجویز لکھی۔

"امجد کے کلام کو میں نے دیکھا ہے یہ اپنے رنگ میں یگانہ ہے۔ان کی خاموش، فقیرانہ اور علمی مشاغل کی قدر کرتے ہوئے ان کو ان کی تنخواہ کے انتہائی گریڈ کا وظیفہ دیا جاسکے تو قرین صواب ہوگا۔ان کے لیے کوئی مناسب شکل آپ تجویز کرکے مجھ کو آگاہ کریں تو خوشی ہوگی۔"

مہاراجہ نے مندرجہ بالا تجویز تحریر کرکے درخواست صدرالمہام فینانس کے پاس روانہ کی۔سررشتہ فینانس نے حضرت امجد کی مدت ملازمت و استحقاق وظیفہ کے متعلق صدر محاسبی سے استفسار کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ ان کی مدت ملازمت تا آخر اردی بہشت ۱۳۴۰ ف م ۵ / اپریل ۱۹۳۱ء ۲۵ سال سے کم ہے اور تین سال کا اوسط مشاہرہ (تنخواہ) ۱۰۱ روپے ہے جس کے لحاظ سے ان کو ۳۷ روپے ۱۲ آنے وظیفہ پانے کا استحقاق ہے لیکن ان کی عمر اندرون ۵۵ سال ہے اور مدت ملازمت اندرون تیس سال ہے۔لہٰذا ان کی وظیفہ پر علاحدگی کا عمل کسی استثنائی صورت کے بغیر نہ ہوسکے گا تاآنکہ ان کی جانب سے صداقت نامہ معذوری پیش کیا جائے۔حالیہ احکام کی رو سے زائد از استحقاق وظیفہ کی سفارش کی ممانعت کردی گئی ہے۔ان کی مدت ملازمت فی الوقت تقریباً ۲۴ سال ۲ ماہ ہے اور نصف وظیفہ پانے کے لیے تخمیناً ۱۰ ماہ کی کمی ہے۔اس کمی کو بطور خاص رعایت و بلحاظ ان کی خاص شہرت کے معاف فرمایا جائے تو انکو نصف وظیفہ باون روپے مل سکتا ہے اور جس سے حضرت امجد آئندہ زندگی فراغت کے ساتھ گزار کر اپنے علمی کمالات سے عوام و خواص کو فائدہ پہنچانے میں مصروف رہ سکیں گے۔

چونکہ تحت دفعہ (۲۷۲) ضابطہ ملازمت سیول سرکار عالی مدت ملازمت میں صرف چھ ماہ کی کمی کی معافی دی جاسکتی ہے اور اس کارروائی میں کمی کی مدت ۱۰ ماہ ہے اس لیے یہ مسئلہ بارگاہ خسروی کی منظوری کا محتاج ہے۔ صدرالمہام فینانس نے ایسی رعایت کی سفارش کیے جانے کے متعلق اتفاق کرتے ہوئے اس کا بھی اظہار کیا کہ ادبی مشاغل کے لیے علاحدہ تحریک ہونی چاہیے تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔

یہ کارروائی باب حکومت کے اجلاس منعقدہ ۲۳ / امرداد ۱۳۴۱ف م ۲۸ / جون ۱۹۳۲ء میں پیش کی گئی جس میں مہاراجہ سرکشن پرشاد صدراعظم کے علاوہ ولی الدولہ بہادر صدرالمہام فوج و تعلیمات، سراکبر حیدر نواز جنگ صدرالمہام فینانس، سررچرڈ ٹرنچ، صدرالمہام مال و کوتوالی، عقیل جنگ بہادر، صدرالمہام تعمیرات، لطف الدولہ بہادر، صدرالمہام عدالت و امور مذہبی اور مہدی یار جنگ بہادر، صدرالمہام سیاسیات شریک تھے۔ باب حکومت کے اس اجلاس میں بالاتفاق طے پایا کہ حسب رائے سررشتہ فینانس بمعافی کمی نصف تنخواہ کا وظیفہ ایصال کیے جانے کے متعلق بارگاہ خسروی میں معروضہ گزرانا جائے۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد، صدراعظم نے عرض داشت مورخہ ۹ / ربیع الاول ۱۳۵۱ھ م ۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء میں حضرت امجد کے وظیفہ سے متعلق مذکورہ بالا تمام تفصیلات باب حکومت کی قراداد کے ساتھ درج کرتے ہوئے لکھا کہ انھیں باب حکومت کی قرارداد سے اتفاق ہے۔ یہ عرض داشت آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لیے پیش کی گئی۔ آصف سابع نے باب حکومت کی قرارداد کو منظور کیا اور اس بارے میں آصف سابع کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۴ / جمادی الاول ۱۳۵۱ھ م ۶ / ستمبر ۱۹۳۲ء صادر ہوا۔

"کونسل کی قرارداد کے مطابق شاعر امجد کو نصف تنخواہ کا وظیفہ دیا جائے"۔

حضرت امجد کو خاص رعایت دیتے ہوئے مکمل وظیفہ کی اجرائی کی منظوری دی گئی تھی۔ منظوری دیتے وقت باب حکومت کی قرارداد اور دیگر سفارشات کے ساتھ ہی

ساتھ حضرت امجد کا شاعرانہ رتبہ اور ان کا علمی وادبی کام یقیناً آصف سابع کے پیش نظر رہا ہوگا۔ کیونکہ آصف سابع ہمیشہ عرض داشت میں پیش کردہ سفارشات کو منظور نہیں کیا کرتے تھے بلکہ نفس معاملہ کے لحاظ سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ کسی بھی کارروائی کی منظوری ان کی رائے اور مرضی کے تابع ہوتی تھی۔ عرض داشت میں پیش کردہ سفارشات کو نامنظور کرنے کے علاوہ کبھی کبھار وہ خصوصی امور میں کسی تحریک یا عرض داشت کے پیش کیے بغیر ہی مالی امداد یا رعایتی وظائف کی منظوریاں صادر کیا کرتے تھے۔ حسب ذیل دو کارروائیوں سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

حیدر نظم طباطبائی (حیدر یار جنگ بہادر) نے اپنے فرزند سید امجد کے نام تعلیمی وظیفہ کی اجرائی کے بارے میں درخواست دی تھی جس پر معتمد عدالت نے سفارش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مولانا طباطبائی کا علمی اور ادبی پایہ جیسا بلند ہے اور ان کے فیضان علم سے نظام کالج اور مدرسہ عالیہ نے جو استفادہ کیا ہے اس کا اظہار غیرضروری ہے۔ ان کا شمار علوم شرقیہ کے ان اساتذہ اور ماہرین فن میں ہے جن کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ لہذا ان کے فرزند سید امجد کے نام جو انٹرمیڈیٹ کامیاب ہیں اور اس وقت علی گڈھ میں زیر تعلیم ہیں بی۔ ایس۔ سی کی تعلیم کی غرض سے دو سال تک چالیس روپے کلدار ماہانہ بطور وظیفہ منظور فرمایا جائے۔ گلانسی معین المہام فینانس (وزیر فینانس) نے معتمد عدالت کی تجویز و سفارش سے پوری طرح اتفاق کرتے ہوئے اس بارے میں ایک عرض داشت آصف سابع کی خدمت میں پیش کی تھی مگر آصف سابع نے سفارشات کو نامنظور کیا تھا۔ اس بارے میں ان کا حسب ذیل فرمان مورخہ یکم صفر ۱۳۳۷ھ م ۲/ نومبر ۱۹۱۸ء صادر ہوا تھا۔

"مولوی علی حیدر طباطبائی کی یافت نہایت معقول ہے یعنی پانچ سو روپے۔ ایسی حالت میں کیا وہ اپنے لڑکے کو بطور خود تعلیم نہیں دلاسکتے۔ وظائف تعلیمی تو ان اشخاص کی اولاد کو دیے جانے چاہئیں جو اپنی استطاعت سے تعلیم نہیں دلاسکتے مگر

موجودہ مقدمہ کی حالت تو دوسری ہے ۔"

آصف سابع نے فریدون الملک بہادر کی دو پوتیوں کے نام حسب ذیل فرمان مورخہ ۴ / رجب ۱۳۳۶ ھ م ۱۶ / اپریل ۱۹۱۸ء کے ذریعہ دو رعایتی وظائف تاحیات جاری کرنے کے احکام صادر کیے تھے ۔

" سرفریدون الملک بہادر صدرالمہام پولٹیکل ڈپارٹمنٹ نے میرے والد مرحوم کے عہد میں نیز میرے زمانے میں جو قابل قدر خدمات نہایت وفاداری اور خیرخواہی سے ادا کی ہیں ان کے صلہ میں میری سالگرہ کی تاریخ یعنی غرہ رجب ۱۳۳۶ ھ سے ان کی دونوں پوتیوں فیروزہ اور روشن کے نام فی کس ایک سو پچیس روپے سکہ کلدار جملہ ڈھائی سو روپے کلدار کے دو وظائف رعایتی تاحیات جاری کیے جائیں ۔"

ان وظائف کی اجرائی کے لیے کسی تحریک یا درخواست کی بناپر کوئی عرض داشت آصف سابع کی خدمت میں پیش نہیں کی گئی تھی بلکہ انھوں نے ازخود یہ وظائف جاری کرنے کے احکام جاری کیے تھے ۔

آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں محفوظ آصف جاہی ریکارڈز کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد جو کاغذات اور فرامین اس خصوص میں پیش کیے گئے ہیں وہ یہ ظاہر ہی نہیں بلکہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ آصف سابع نواب میر عثمان علی خاں ہر معاملہ کی یکسوئی اس معاملہ کے حقائق اور merits کی بنیاد پر کیا کرتے تھے اور ہر کارروائی کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد معقول اور منطقی نتائج اخذ کرتے ہوئے فیصلے کیا کرتے تھے ۔

ماخذ

1- Instalment No. 83, List No. 7, Serial No. 82

مقدمہ :۔ تحریک پرفیسران جامعہ عثمانیہ وغیرہ نسبت اجرائی
وظیفہ رعایتی بنام مولوی احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی

2- Instalment No. 81, List No. 1, Serial No. 298

مقدمہ :۔ درخواست حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی در بارہ
اجرائی وظیفہ تعلیمی بنام سید امجد فرزند خود کی نسبت

3- Instalment NO. 80, List No. 5, Serial No. 401

مقدمہ :۔ اجرائی ماہوارات خاص بنام فیروزہ
وروشن نبیری سرفریدوں الملک بہادر

حیدرآباد میں گوکھلے میموریل اسکالرشپ کا قیام

گوپال کرشن گوکھلے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان کے قومی افق پر ابھرنے والی شخصیتوں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ نہایت کم عمری میں ترقی اور شہرت کی بلندیوں کو چھونے والی گوکھلے جیسی بہت کم شخصیتیں ہماری قومی تاریخ میں دیکھی گئی ہیں۔ گوکھلے ۱۸۸۹ء میں کانگریس میں شریک ہوئے اور ۱۹۰۵ء میں جب کہ وہ صدر کل ہند کانگریس منتخب ہوئے اس وقت انھیں کانگریس کے سب سے کم عمر صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔

گوکھلے اس زمانے میں ملک کے ایک ممتاز سیاست دان اور ایک بہترین پارلیمنٹرین ہی نہیں بلکہ ماہر تعلیم بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ ملک میں تعلیم کو خصوصی اہمیت دی جائے اور علم کی روشنی کے ذریعہ ہندوستانی عوام کے سماجی اور سیاسی شعور کو بیدار کیا جائے۔ اس اہم شخصیت کی پچاس (۵۰) سال کی عمر میں موت کے بعد بمبئی میں ان کی ایک یادگار قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس یادگار کے قیام کے لئے آصف سابع نواب میر عثمان علی خان سے بھی مالی اعانت حاصل کرنا طے پایا تھا۔ اس بارے میں ساری کارروائی آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈز کے ذخائر میں محفوظ ہے۔ اس کارروائی کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ سابق ریاست حیدرآباد نے مالی امداد اور اعانت کے معاملات میں فیاضی ہی نہیں دکھائی بلکہ مذہبی عصبیت اور کسی ذہنی تحفظ کے بغیر اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی قدر اور عزت کی۔ یہ کاروائی

اس ریاست کے حکمران اور سارے نظم و نسق کے صاف ذہن ، جذبہ رواداری اور روشن خیالی کا مستند ثبوت ہے اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ۔

گوکھلے میموریل فنڈ کی جانب سے جہانگیر بہمن جی کا جو خط آصف سابع کو بذریعہ ڈاک وصول ہوا تھا اسے معہ منسلکات واپس کرتے ہوئے آصف سابع نے اپنے حکم نامہ مورخہ ۱۵ / رجب ۱۳۳۳ھ / ۳۰ / مئی ۱۹۱۵ء میں تحریر کیا کہ اس بارے میں فریدوں جنگ بہادر کی رائے عرض کی جائے ۔ اس حکم کی تعمیل میں فریدوں جنگ نے ایک عرضداشت مورخہ یکم جون ۱۹۱۵ء آصف سابع کی خدمت میں پیش کی جس میں انہوں نے لکھا کہ جہانگیر بہمن جی کے مکتوب اور اس کے منسلکات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر گوکھلے کے میموریل کے لئے آصف سابع سے مالی امداد دینے کی درخواست کی گئی ہے ۔ اس سلسلہ میں فریدوں جنگ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ اگر اس بارے میں معین المہام (صدر المہام) فینانس کی بھی رائے لی جائے تو مناسب ہوگا اور اگر آصف سابع کا ارشاد ہو تو وہ معین المہام فینانس کی رائے طلب کرکے اس کے ساتھ اپنی بھی رائے عرض کریں گے ۔ عرضداشت میں درج کردہ فریدوں جنگ کی رائے کے بارے میں آصف سابع نے اسی تاریخ کے اپنے حکم نامہ میں تحریر کیا ۔ " اس بارے میں مسٹر گلانسی کی بھی رائے لی جائے ۔ " فریدوں جنگ نے مسٹر گلانسی کی رائے وصول ہونے پر ایک عرضداشت مورخہ ۱۷ / جون ۱۹۱۵ء میں گلانسی کی رائے کے ساتھ اپنی رائے درج کرتے ہوئے اسے آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا ۔ اس عرضداشت میں فریدوں جنگ نے لکھا کہ مسٹر گلانسی نے رائے دی ہے کہ بیرون ریاست کسی ادارہ کے لئے چندہ بھیجنے کی بجائے خود اندرون ریاست ، حیدرآبادیوں کے لئے مقامی طور پر گوکھلے میموریل اسکالر شپ کے نام سے ایک وظیفہ تعلیمی قائم کرنا بہتر ہوگا ۔ اس وظیفہ کے شرائط اسکالر شپ کمیٹی طے کریگی اور ان شرائط کی نسبت آصف سابع کی منظوری حاصل کی جائے گی ۔ فریدوں جنگ نے عرضداشت میں مسٹر گلانسی کی رائے

درج کرنے کے بعد لکھا " انہیں مسٹر گلانسی کی رائے سے کامل اتفاق ہے اس سے بمصداق بیک کرشمہ دوکار مسٹر گوکھلے کی یادگار بھی قائم ہوجائے گی اور اس سے ہمارے ہی ملک کے نوجوان مستفید ہوں گے " ۔ فریدوں جنگ نے مسٹر گلانسی کی رائے خود اپنی رائے کے ساتھ درج کرتے ہوئے لکھا کہ اگر آصف سابع ان آراء کو منظوری عطا فرماتے ہیں تو وہ وظیفہ سے متعلق شرائط بغرض منظوری پیش کرنے کے لئے سررشتہ فینانس کو لکھیں گے اور جہانگیر بہمن جی کو اطلاع دی جائے گی کہ باہر کی کسی یادگار میں چندہ دینے کے عوض آصف سابع نے خاص طور پر حیدرآباد ہی میں گوکھلے میموریل اسکالر شپ قائم کرنے کو پسند فرمایا ہے لہذا افسوس ہے کہ ان کی استدعا کے بموجب چندہ بھیجنا ممکن نہیں ہے ۔ آصف سابع نے عرضداشت میں پیش کردہ متفقہ رائے کو منظوری عطا کی ۔ عرضداشت پیش ہونے کے دوسرے ہی روز حسب ذیل فرمان صادر ہوا ۔

> " سرفریدوں جنگ بہادر اور مسٹر گلانسی کی متفقہ رائے مناسب ہے کہ باہر کی کسی یادگار میں چندہ دینے کے عوض خاص طور پر حیدرآباد میں ہی گوکھلے میموریل اسکالرشپ کے نام سے ایک وظیفہ تعلیمی قائم کرنا بہتر ہوگا ۔ اس کی اطلاع مسٹر جہانگیر بہمن جی کو دے کر لکھا جائے کہ مذکور وجہ سے ان کی استدعا کے بموجب چندہ کا دیا جانا متعذر ہے ۔ "

مذکورہ بالا فرمان کے ذریعہ وظیفہ کے قیام کی منظوری مل چکی تھی مگر اس وظیفہ کے اجراء کے لئے ضروری شرائط کا طے کیا جانا باقی تھا چنانچہ اس سلسلہ میں کمیٹی عطائے وظائف تعلیمی کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اس وظیفہ کے اجراء کے سلسلہ میں چند تجاویز پیش ہوئیں ۔ یہ تجاویز آصف سابع کی منظوری حاصل کرنے کی غرض سے صیغہ

فینانس کے حوالہ کی گئیں ۔ صیغہ فینانس نے ایک عرضداشت مورخہ ۲۸ / جولائی ۱۹۱۵ء آصف سابع کی خدمت میں پیش کی جس میں لکھا گیا کہ بذریعہ فرمان حیدرآباد میں گوکھلے میموریل اسکالرشپ کے نام سے ایک وظیفہ قائم کرنے کی منظوری دی جا چکی ہے اور اس بارے میں کمیٹی عطائے وظائف تعلیمی نے بالاتفاق حسب ذیل تجاویز طے کی ہیں ۔

۱ ۔ گوکھلے اسکالرشپ ان طلبہ کے منجملہ (جنہوں نے نہایت قابل اطمینان ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکٹس حاصل کئے ہوں) بہترین طالب علم کو دیا جائے گا ۔

۲ ۔ وظیفہ مذکور کمیٹی عطائے وظائف تعلیمی، ہائی اسکول لیونگ بورڈ کی رپورٹ وصول ہونے پر عطا کرے گی ۔

۳ ۔ وظیفہ مذکور ہر سال نظام کالج میں تعلیم پانے کے لئے دیا جائے گا اور اس کی مدت اجرائی چار سال ہوگی جو خاص صورتوں میں پانچ سال تک بڑھائی جا سکتی ہے ۔

۴ ۔ اس وظیفہ تعلیمی کی مقدار تیس روپے سکہ عثمانیہ ماہانہ ہوگی ۔

۵ ۔ ہر وظیفہ یاب کو گوکھلے پرائز کے نام سے ایک سو (۱۰۰) روپے کی کتابیں (جن کا انتخاب پرنسپل نظام کالج کریں گے) دی جائیں گی ۔ ان تجاویز کو درج کرنے کے بعد عرضداشت کے آخر میں لکھا گیا کہ اگر آصف سابع ان تجاویز کو منظوری عطا فرمائیں تو سال حال بھی ایک وظیفہ کا اجراء عمل میں آئے گا ۔ آصف سابع نے فوری ان تجاویز کو منظوری دے دی اور جس تاریخ کو عرضداشت پیش کی گئی تھی اسی تاریخ کو حسب ذیل فرمان صادر ہوا ۔

> " گوکھلے میموریل اسکالرشپ کی نسبت کمیٹی وظائف تعلیمی کے تجاویز، معین المہام فینانس کی رائے کے مطابق منظور کئے جاتے ہیں حسبہٗ اس سال بھی ایک وظیفہ تعلیمی دیا جائے ۔"

حیدرآباد میں گوکھلے میموریل اسکالرشپ کے نام سے ایک تعلیمی وظیفہ قائم کئے

جانے کے باوجود بمبئی کی گوکھلے میموریل فنڈ کمیٹی نے گوکھلے میموریل کے لئے چندہ دینے کے لئے مزید درخواست روانہ کی جس کے بارے میں پولٹیکل ڈپارٹمنٹ کی جانب سے ایک عرضداشت مورخہ ۱۵ / اگسٹ ۱۹۱۵ء آصف سابع کی خدمت میں پیش کی گئی جس میں کہا گیا کہ حیدرآباد میں یادگار قائم ہوجانے کے بعد بمبئی میں گوکھلے کی یادگار قائم کرنے کے لئے چندہ دینا حکومت حیدرآباد کے لئے ضروری نہیں ہے ۔آصف سابع نے عرضداشت میں پیش کردہ رائے سے اختلاف نہیں کیا لیکن اپنی جانب سے چندہ دینا طے کیا ۔اس بارے میں بلاکسی تاخیر یعنی ۱۵ / اگسٹ ۱۹۱۵ء کو آصف سابع کا جو فرمان صادر ہوا تھا اس کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

> " مسٹر گلانسی اور سرفریدوں جنگ بہادر نے جو رائے دی ہے وہ اصولاً ٹھیک ہے مگر چونکہ ہزہائنس آغاخان اور دوسرے معزز لوگ اس چندہ میں شریک ہیں لہذا میری طرف سے بھی پانچ ہزار کا چندہ دیا جانا نامناسب نہ ہوگا ۔یہ چندہ دیتے وقت مسٹر گلانسی کی رائے کے مطابق کمیٹی کو ترکیب سے سمجھادینا چاہیئے کہ میں علاقہ بمبئی کا کوئی رئیس نہیں ہوں جیسا کہ کمیٹی کا خیال پایا جاتا ہے ۔"

اس کاروائی کے بارے میں جو حقائق سامنے آئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سابق ریاست حیدرآباد میں تعلیم کے میدان میں اس زمانہ کا یہ سب سے اہم اعزاز تھا ۔کیونکہ اس وقت تک ریاست میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا ۔یہ اہم اعزاز یا بڑا تعلیمی وظیفہ ریاست کے کسی فرد یا چونکہ حکمران ریاست کا مذہب اسلام تھا اس لئے کسی بڑی مسلم شخصیت کے نام موسوم نہیں کیا گیا حالاں کہ ریاست حیدرآباد میں باکمال شخصیتوں کی کمی نہیں تھی ۔آصف سابع چاہتے تو اپنے نام سے ہی یہ اعزاز و

وظیفہ جاری کر سکتے تھے لیکن گوکھلے کا کم عمری میں اوج کمال کو پہنچنا، ان کی قومی و عوامی خدمات میں تعلیمی خدمات کا نمایاں حصہ اور ان کا تعلیم کی ترقی اور اشاعت پر توجہ مرکوز کرنا، ایک غیر ریاست میں ان کے نام سے سب سے اہم تعلیمی اعزاز و وظیفہ قائم کئے جانے کا سبب و محرک بنا۔ ریاست حیدرآباد میں یہ وظیفہ برسوں تک دیا جاتا رہا اور گوپال کرشن گوکھلے کی شخصیت کو خراج ادا کرنے کے ساتھ ہی ساتھ سابق ریاست حیدرآباد کے حکمران اور نظم و نسق کی اعلیٰ ظرفی کی بھی یاد تازہ کرتا رہا۔

ماخذ

File No. 113 of 1333 H of Political Department

Instalment No. 79, List No. 3, Serial No. 850

مقدمہ۔ گوکھلے میموریل فنڈ

گلانسی معین المہام فینانس نے مذکورہ بالاتجاویز کو ایک عرضداشت مورخہ ۲۴/ رجب ۱۳۳۵ھ / ۱۶م / مئی ۱۹۱۷ء میں درج کر کے اسے آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا۔ آصف سابع نے گلانسی کی رائے سے اتفاق کیا اور دوسرے ہی روز حسب ذیل فرمان جاری ہوا۔

"معین المہام فینانس کی رائے مناسب ہے حسبۂ بنگلور کے انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس کو جہاں اس وقت حیدرآباد کے طلبہ تعلیم پارہے ہیں تین سال تک ہماری گورنمنٹ کی طرف سے بھی دس ہزار روپیہ سالانہ چندہ دیا جائے (غالباً دس ہزار روپیہ کلدار مراد ہے)۔"

ان احکام کی تعمیل میں انڈین انسٹیوٹ آف سائنس کو دس ہزار روپے سالانہ چندہ تین سال تک دیا جاتا رہا۔ مدت منظورہ ختم ہونے پر مزید چندہ اجراء کرنے سے متعلق صیغہ تجارت و حرفت نے نوٹ پیش کیا کہ انسٹیٹوٹ نے ریاست کے کیمسٹوں کو تعلیم دی ہے اور حال ہی میں ایک کیمسٹ کو لاک کے کیڑوں کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے وہاں بھیجا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اکثر امور میں ڈاکٹر فاؤلر سے مشورہ لیا گیا ہے اور آئندہ بھی ضرورت کے مطابق مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ صنعتی تحقیقات و ترقیات کی رفتار عموماً دھیمی ہوا کرتی ہے اس لئے تین سال کی قلیل مدت میں اس امر کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ انسٹیٹوٹ کے تعلقات سے کس قدر مادی فوائد حاصل ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اداشدہ عطیہ ضائع ہوا ہے ایسی صورت میں مزید تین سال کے لئے عطیہ کی اجرائی کی منظوری صادر فرمائی جائے تو موازنہ میں گنجائش رکھی جائیگی۔ اس سلسلہ میں صدرالمہام فینانس نے رائے دی کہ اس میں شک نہیں کہ گزشتہ تین سال میں انسٹیٹوت سے ریاست حیدرآباد کو فائدہ پہنچا ہے لیکن یہ بتانا ممکن نہیں ہے کہ آئند بھی اسی طرح فائدہ ہوگا۔ یہ انسٹیٹوٹ سارے ہندوستان کے لئے اہم ہے اور عطیہ دینے کے لئے موزوں ہے۔ تخفیف عطیہ کی رائے اس وجہ سے نہیں دی

جاسکتی کہ اس سے فینانس کو زیادہ فائدہ نہیں ہوگا مگر اس سے عام طور پر غلط فہمی پیدا ہوجائے گی ۔ صدر اعظم (سرعلی امام) نے مذکورہ بالاتجاویز کو عرضداشت مورخہ ۱۰ / رمضان ۱۳۳۸ھ م ۲۹ / مئی ۱۹۲۰ء میں درج کرتے ہوئے لکھا کہ انھیں صدرالمہام فینانس کی رائے سے اتفاق ہے کہ حسب معمول چندہ جاری رہنا مناسب ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ انسٹیٹوٹ مذکور سے سررشتہ تجارت و حرفت کو بمقابلہ سابق کے آئندہ زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہیئے ۔ اس عرضداشت پر آصف سابع کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۵ / رمضان ۱۳۳۸ھ صادر ہوا ۔

" صدر اعظم کی رائے مناسب ہے حسبۂ انسٹیٹوٹ کو جو سالانہ رقم دی جاتی ہے اور تین سال تک جاری رہے لیکن انسٹیٹوٹ سے بمقابلہ سابق کے آئندہ زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے سررشتہ تجارت و حرفت کو ہدایت دی جائے ۔"

اس حکم کی تعمیل میں مزید تین سال کے لئے دس ہزار روپے سالانہ کا عطیہ جاری کیا گیا ۔ جب سہ سالہ مدت ختم ہونے کے قریب تھی تو انسٹیٹوٹ کے ڈائرکٹر نے لکھا کہ گذشتہ چھ سال سے حکومت ریاست حیدرآباد انسٹیٹوٹ کے اغراض کے لئے سالانہ دس ہزار روپے کی امداد دے رہی ہے اب اس کی مدت قریب الختم ہے اس لئے درخواست ہے کہ مزید تین سال کے لئے اس فیاضانہ عطیہ کو جاری رکھے جانے کی منظوری صادر کی جائے ۔ انسٹیٹوٹ کے ڈائرکٹر کی درخواست پر معتمد تجارت و حرفت نے تحریر کیا کہ آصف سابع کے فرمان کی تعمیل میں بنگلور کے انسٹیٹوٹ سے بمقابلہ سابق زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ دارالتجربہ سرکار عالی کی حال ہی میں تنظیم جدید کی گئی ہے اور سابقہ عمارت کے ملحق اپلائیڈ کیمسٹری سکشن کے لئے جدید عمارت تعمیر ہوئی ہے جسے آلات سے آراستہ کیا گیا ہے ۔ دارالتجربہ کے اعلیٰ سندیافتہ چیف کیمسٹ کے تحت عملی تجربہ رکھنے والے کارگزار کیمسٹ کام کررہے ہیں لیکن

دارالتجربہ کا کام ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچا ہے کہ بنگلور کے انسٹیٹوٹ کی امداد سے مستغنی ہوجائیں ۔ اس لیئے ان حالات میں مزید کچھ مدت کے لیئے بنگلور انسٹیٹوٹ سے امداد حاصل کرنے کے لیئے اس سے ربط قائم رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس لیئے مزید تین سال کے لیئے دس ہزار روپے سالانہ امداد منظور کیا جانا مناسب ہوگا اور اس مدت کے اختتام پر اگر دارالتجربہ سرکار عالی کی ترقی بنگلور انسٹیٹوٹ کی امداد سے مستغنی کردے تو عطیہ بند کردیا جانا مناسب ہوگا ۔ صدرالمہام تجارت و حرفت اور محکمہ فینانس نے معتمد تجارت و حرفت کی مذکورہ بالارائے سے اتفاق کیا ۔ منصرم صدراعظم نے ایک عرضداشت مورخہ ۹ / ربیع الاول ۱۳۴۲ھ م ۲۰ / اکٹوبر ۱۹۲۳ء میں اوپر بیان کردہ سفارشات درج کرکے یہ لکھا کہ انھیں ان سفارشات سے اتفاق ہے ۔ اس عرضداشت پر دوسرے ہی روز آصف سابع کا فرمان صادر ہوا جس کے ذریعہ انڈین سائنس انسٹیٹوٹ بنگلور کو مزید دوسال کے لیئے دس ہزار روپے سالانہ کی منظوری دے گئی ۔

انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس بنگلور کو ابتداً ۱۳۲۷ف میں دس ہزار کلدار سالانہ کا عطیہ تین سال کے لیئے منظور کیا گیا تھا جس کا سلسلہ ۱۳۴۴ف کے ختم تک جاری رہا ۱۳۴۵ف سے انسٹیٹوٹ مذکور کی جانب سے عطیہ مذکور کو بحال کرنے کی درخواستیں روانہ کی جاتی رہیں لیکن چونکہ سررشتہ صنعت و تجارت کے موازنہ میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ گذشتہ تین سالوں کے لیئے تیس ہزار روپیہ کلدار ایصال کیئے جاتے کارروائی معرض بحث میں پڑی رہی کہ گنجائش کی فراہمی کیسے ہو ۔ صدرالمہام متعلقہ نے اپنی رائے میں اس امر کو ظاہر کیا کہ انڈسٹریل لباریٹری کی توسیع و تعمیر کے لیئے سررشتہ صنعت و تجارت پر لازم ہوگیا ہے کہ جس قدر رقم بچ سکے محفوظ کرلے اور چونکہ گذشتہ اٹھارہ سال کی مدت میں ایک لاکھ اسی ہزار روپے کلدار جیسی خطیر رقم انسٹیٹوٹ مذکور کو بطور امداد دی جاچکی ہے اور اب تقریباً یہی کام ریاست کی انڈسٹریل لباریٹری سے

ایک حد تک لیا جارہا ہے اور آئندہ وسیع تر پیمانہ پر لیا جائیگا اس لئے انسٹیٹوٹ مذکور کو مطلع کرنا مناسب ہوگا کہ آئندہ سے دو یا تین ہزار سے زیادہ سالانہ عطیہ نہیں دیا جاسکیگا صدر المہام فینانس نے رائے دی کہ اگر سررشتہ صنعت و تجارت اس امر کی تصدیق کر دے کہ انسٹیٹوٹ مذکور سے وہ کسی طرح مستفید نہیں ہو رہا ہے تو پھر اس عطیہ کا تعلق سررشتہ مذکور سے نہیں رہے گا اور اس کی نوعیت ان عطیوں کی سی ہوگی جو بیرونی اداروں کو حکومت حیدرآباد کی جانب سے دئے جاتے ہیں اور پھر اس اعتبار سے اس کا تصفیہ کیا جانا ہوگا کہ انسٹیٹوٹ مذکور کو کتنی امداد دی جائے ۔ یہ کاروائی باب حکومت کے اجلاس منعقدہ ۱۴ / آبان ۱۳۴۷ف / ۱۹ / سپٹمبر ۱۹۳۸ء میں پیش ہوئی جس میں بالاتفاق یہ طے پایا "چونکہ حالات بدل چکے ہیں اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں وسیع پیمانہ پر صنعتی تحقیقات کا کام (Industrial Research Work) کچھ تو تکمیل پارہا ہے اور کچھ زیر غور ہے انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس بنگلور کے لئے عطیہ من ابتداء ۱۳۴۵ف دو ہزار روپیہ کلدار سالانہ کردیا جائے اور واجب الادا رقم سررشتہ تجارت و حرفت کی بچت سے ایصال ہو ۔ ۱۳۴۸ف اور سنین مابعد کے لئے بیرونی امدادی اداروں کے عطیہ کے تحت گنجائش فراہم کی جائے گی ۔ حسبۂ عرضداشت پیشگاہ خداوندی میں گزرانی جائے ۔"

صدر اعظم (سر اکبر حیدری) نے ایک عرضداشت مورخہ ۱۴ / شعبان ۱۳۵۷ھ / ۹ / اکٹوبر ۱۹۳۸ء میں اس کاروائی کی مذکورہ بالا تمام تفصیلات بشمول قرارداد باب حکومت درج کرکے اسے آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے روانہ کیا ۔ آصف سابع نے کونسل کی رائے کو منظوری عطا کی اور اس سلسلہ میں ان کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۵ / اکتوبر ۱۹۳۸ء صادر ہوا ۔

"کونسل کی رائے کے مطابق اس انسٹیٹوٹ کو ہماری گورنمنٹ سے من ابتدائے ۱۳۴۵ف دو ہزار روپیہ کلدار سالانہ دئے جائیں ۔"

اس حکم کی تعمیل میں ۱۳۴۸ف تک اس انسٹیٹوٹ کو دوہزار روپیہ کلدار سالانہ ایصال کے گئے ۔ ۱۳۴۹ف میں ڈاکٹر جے ۔ سی ۔ گھوش ڈائرکٹر انسٹیٹوٹ مذکور نے انسٹیٹوٹ کی جانب سے درخواست پیش کی جس میں انھوں نے سابقہ دس ہزار روپیہ عطیہ کی تجدید پر ہمدردانہ غور کرنے کی استدعا کی انھوں نے یہ بھی لکھا کہ حال میں انسٹیٹوٹ کی آمدنی میں تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ کی کمی ہوئی ہے جس کی وجہ سے جدید کام کے لئے گنجائش نہیں ہے ۔ ڈاکٹر گھوش کی درخواست پر غور کرنے کے لئے حسب ذیل عہدیداروں کی ایک خاص کمیٹی تشکیل دی گئی ۔

امیرجامعہ عثمانیہ ، صدرالمہام تجارت و حرفت ، صدرالمہام فینانس ، صدرالمہام مال ، معتمد فینانس ، معتمد تجارت و حرفت ، نائب معین امیرجامعہ عثمانیہ ، ناظم صنعت و حرفت ، ناظم معدنیات ، پروفیسر کیمسٹری نظام کالج ، چیف کیمسٹ ، پروفیسر گھوش انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس ، لائق علی جنرل ڈائرکٹر و انجنیر ان چیف حیدرآباد کنسٹرکشن کمپنی ، احسن یار جنگ وظیفہ یاب چیف انجنیر

اس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۴ / جون ۱۹۴۰ء جس میں ڈاکٹر گھوش بھی شریک تھے بالاتفاق طے پایا کہ موجودہ عطیہ میں اضافہ کر کے اس کو ابتدائی عطیہ کے مماثل یعنی سالانہ دس ہزار کر دیا جائے ۔ سررشتہ فینانس نے کمیٹی مذکور کی تحریک سے اتفاق کیا ۔ جب یہ کاروائی کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲ / آذر ۱۳۵۰ف / ۷ / اکٹوبر ۱۹۴۰ء میں پیش ہوئی تو بالاتفاق طے پایا " انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس بنگلور کو منجانب حکومت سرکارعالی سالانہ دوہزار روپے کلدار کا عطیہ من ابتدائے ۱۳۴۵ف دیا جارہا ہے اس میں دس ہزار روپیہ سالانہ تک اضافہ کیا جائے اضافہ شدہ عطیہ کی اجرائی ۱۳۴۹ف سے عمل میں آئیگی اور کوئی بقایا ایصال نہ ہوگا سال ۱۳۴۹ف کی بابتہ زائد اخراجات کی ادائی زائد ازموازنہ کی جائیگی اور آئندہ سے موازنہ میں گنجائش شریک کی جائیگی ۔ صدر اعظم (سراکبر حیدری) نے مندرجہ بالا تمام تفصیلات عرضداشت مورخہ ۱۵ / شوال ۱۳۵۹ھ م

۱۶ / نومبر ۱۹۴۰ء میں درج کر کے اسے آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا۔ آصف سابع نے کونسل کی رائے سے اتفاق کیا اور اس سلسلہ میں حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۵/ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ م ۱۵/ ڈسمبر ۱۹۴۰ء صادر ہوا۔

"کونسل کی رائے کے مطابق حسب سابق اس انسٹیٹوٹ کو دس ہزار روپیہ کلدار سالانہ چندہ ۱۳۴۹ف سے ایصال کیا جائے۔"

اس احکام کے صادر ہونے کے بعد اس ادارہ کو ۱۳۵۵ف تک دس ہزار روپیہ کلدار کا عطیہ ایصال کیا جاتا رہا اس کے بعد سرجے گھوش ڈائرکٹر انسٹیٹوٹ مذکور نے درخواست کی کہ سابقہ امداد دس ہزار کو بڑھا کر سترہ ہزار کلدار سالانہ کر دی جائے تاکہ ادارہ کے شعبہ (Mineral Chemistry) میں ایک پروفیسر کا تقرر کیا جاسکے اس درخواست پر غور کرنے کے لئے مہدی نواز جنگ معتمد صنعت و حرفت، ڈاکٹر مظفر الدین قریشی، ڈاکٹر خواجہ حبیب حسن اور ڈاکٹر مہدی حسن پر مشتمل ایک خاص کمیٹی مقرر کی گئی جس نے سابقہ امداد کو بڑھا کر سترہ ہزار روپیہ کلدار کر دینے کی سفارش کی۔ سررشتہ فینانس نے اس تحریک سے اتفاق کیا جب یہ مسئلہ کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۲/ تیر ۱۳۵۵ف م ۲۷/ مئی ۱۹۴۶ء میں پیش کیا گیا تو کونسل نے اپنی قرارداد میں سات ہزار روپے کے اضافہ کا اس شرط کیساتھ اتفاق کیا کہ حیدرآباد کے طلبہ کے لئے چھ نشتیں محفوظ کی جائیں۔

کمیٹی کی سفارش اور کونسل کی قرارداد ایک عرضداشت کے ذریعہ آصف سابع کے ملاحظہ میں روانہ کی گئی جس پر آصف سابع کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۳۰/ رمضان ۱۳۶۵ھ / ۲۸/ اگسٹ ۱۹۴۶ء صادر ہوا۔

"کونسل کی رائے کے مطابق اس ادارہ کی امداد موجودہ میں
سات ہزار کلدار سالانہ کا اضافہ بشرط مجوزہ منظور کیا جائے۔"

مذکورہ بالا کاروائی سے یہ تفصیلات پہلی بار منظر عام پر آئی ہیں کہ سابق ریاست

حیدرآباد کی جانب سے انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس بنگلور کو دی جانے والی امداد کا سلسلہ اکتیس سال تک جاری رہا جس کے دوران اس انسٹیٹوٹ کو تقریباً تین لاکھ روپے کی رقم دی گئی۔

ماخذ

Instalment No. 80, List No. 4, Serial No. 472

مقدمہ :۔ منظوری عطائے چندہ بہ انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس واقع بنگلور

سر سی ۔ وی ۔ رامن

اور

سابق ریاست حیدرآباد

سر سی ۔ وی ۔ رامن برصغیر ہندوستان کے عظیم المرتبت سائنس دان تھے ۔ انھیں ۱۹۳۰ء میں نوبل پرائز حاصل ہوا تھا اور فادر آف انڈین سائنس کا اعزاز بھی دیا گیا تھا ۔ سائنس دان کی حیثیت سے انھوں نے ساری دنیا سے اپنے آپ کو منوالیا تھا ۔ انھوں نے اپنی بیش بہا سرگرمیوں کے لئے سابق ریاست حیدرآباد کی حکومت سے مدد اور اعانت حاصل کی تھی ۔ حکومت ریاست حیدرآباد نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ ان کی طرف دست تعاون بڑھایا تھا ۔ انتہا یہ ہے کہ پولیس ایکشن سے پہلے عبوری مدت میں نام نہاد آزاد حیدرآباد کی جو حکومت قائم کی گئی تھی اس حکومت نے بھی اس عظیم سائنس دان کی قدر و منزلت میں کوئی کسر نہ رکھی تھی اور ان کے سائنسی ادارہ کی مسدود شدہ امداد کو بحال کرتے ہوئے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا تھا ۔ جس انڈین اکیڈمی آف سائنس کی امداد کے بارے میں یہ مضمون قلمبند کیا جارہا ہے اسے سر سی ۔ وی ۔ رامن نے ۱۹۳۴ء میں قائم کیا تھا اور وہ تا حیات اس کے صدر نشین رہے ۔ ان کا انتقال ۱۹۷۰ء میں ہوا ۔

سر سی ۔ وی ۔ رامن اور حکومت حیدرآباد کے تعلقات اور باہمی رابطہ کا اندازہ اس جلیل القدر سائنس دان کے ان خطوط سے ہوتا ہے جو انھوں حکومت حیدرآباد کو لکھے تھے ۔ انھوں نے اپنے پہلے مکتوب میں انڈین اکیڈمی آف سائنس کا تعارف کرواتے

ہوئے اسکی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی تھی ۔ ان کے خطوط سے برصغیر ہندوستان میں سائنس کے ارتقاء اور اس مقصد کے لئے اس زمانے میں علمی و سائنسی سطحوں پر جو سرگرمیاں جاری تھیں انکی تفصیلات کا بھی علم ہوتا ہے ۔ سر سی ۔ وی ۔ رامن ان سرگرمیوں میں روح رواں کی حیثیت رکھتے تھے ۔ ان کی اور اس ادارہ کی جو قدر و منزلت بیرونی دنیا میں تھی اسکا تذکرہ بھی ان خطوط میں ملتا ہے ۔ ان کے ایک خط سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سر سی ۔ وی ۔ رامن نے اپنے تین ماہ کے قیام کے دوران عثمانیہ یونیورسٹی میں سائنس کے تحقیقی موضوعات پر چالیس (۴۰) لیکچر دئے تھے ۔ ان خطوط اور ان کی بنیاد پر کئے گئے حکومت حیدرآباد کے اقدامات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت حیدرآباد کی نظر مستقبل پر تھی اور سائنس کی ترقی کے ذریعہ سارے برصغیر کی ترقی میں اپنے اہم حصہ کا بھی اس حکومت کو پوری طرح احساس اور اندازہ تھا ۔

انڈین اکیڈمی آف سائنس کو مالی مدد جاری کرنے کے سلسلہ میں سر سی ۔ وی ۔ رامن نے جو خطوط لکھے تھے اور ان کی بنیاد پر سابق حکومت حیدرآباد نے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۸ء تک (۱۹۴۷ء کو چھوڑ کر) جو امداد جاری کی تھی اس کارروائی کی تفصیلات مسلوں (files) کی شکل میں آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈز کے ذخیرہ میں محفوظ ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے ۔

سر سی ۔ وی ۔ رامن ، صدر نشین انڈین اکیڈمی آف سائنس بنگلور نے ۱۹۳۵ء میں اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اس اکیڈمی کو حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے مستقل امداد جاری کرنے کی درخواست کرتے ہوئے لکھا کہ گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں ہندوستان میں سائنس کی تحقیقات میں نمایاں ترقی ہوئی ہے اور سائنس سے متعلق کئی سوسائٹیاں قائم ہوئیں اور سائنس کے موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن ہندوستان میں کوئی بھی ایسا ادارہ نہیں تھا جہاں سائنس کے جملہ شعبہ جات کی

نمائندگی ہوسکے اور جہاں تمام ہندوستان کے سائنس دان جمع ہو کر اس طریقہ پر عمل پیرا ہوسکیں جس طرح یورپ کے سائنس کے ادارہ جات گذشتہ دوسو سال سے عمل کررہے ہیں ۔ ہندوستان میں اس قسم کے ایک ادارہ کی سخت ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس بارے میں ہندوستان کے اہم اور ممتاز سائنس دانوں کی جب رائے لی گئ تو اکثر نے اس کے قیام سے اظہار اتفاق کیا ۔ چنانچہ انڈین اکیڈمی آف سائنس کے نام سے ایک ادارہ ۲۴ / اپریل ۱۹۳۴ء کو رجسٹر کرایا گیا ۔ اس اکیڈمی کے قیام کی غرض و غایت وہی ہے جو برطانیہ کی رائل سوسائٹی اور اس قسم کی دیگر سوسائٹیوں کی ہے ۔ اس کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ سائنس دان یہاں جمع ہو کر سائنس سے متعلق موضوعات پر مباحثہ میں حصہ لیں اور ہر ماہ باقاعدہ طور پر سائنس کی نسبت اہم مقالے پیش کریں ۔ اس کی وجہ سے سائنس کی ترقی کا علم عام سائنس دان اشخاص کو ہوسکتا ہے ۔ جملہ شعبہ جات میں کام کرنے والے ایک دوسرے کے کام سے واقف ہوسکتے ہیں اور عام مفاد کے لئے ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں ۔ اس اکیڈمی کی سرگرمیوں کے بارے میں انھوں نے لکھا کہ اس اکیڈمی کے اراکین جو اہم تحقیقی کام انجام دے رہے ہیں اسے عوام تک رسائل کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اور ان رسائل کی وجہ سے دیگر ممالک کے سائنس دانوں سے بھی روابط استوار ہوتے ہیں ہندوستان میں جو سائنس کی ترقی ہورہی ہے بیرونی دنیا کو اسکی آگاہی دینے میں اس ادارہ کے Proceedings ایک وسیلہ کا کردار ادا کررہے ہیں ۔ اس مکتوب میں مزید بتایا گیا کہ گذشتہ ایک سال کے عرصہ میں اس اکیڈمی نے نمایاں ترقی کی ۔ اس اکیڈمی کے قواعد کے لحاظ سے اس کے اراکین کی تعداد جو دوسو مقرر تھی وہ اب تقریباً پوری ہوگئ ہے اور اس کے موجودہ اراکین ہندوستان کے ہر حصہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سائنس کے جملہ شعبہ جات کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ اس اکیڈمی کے لئے مہاراجہ میسور نے دس ایکڑ اراضی مرحمت کی اس کے علاوہ سالانہ تین ہزار کی گرانٹ بھی ان کی طرف سے دی جارہی ہے ۔ کونسل آف دی انڈین

انسٹیٹوٹ آف سائنس نے بھی اکیڈمی کو سالانہ دوہزار روپیہ بطور امداد دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے ۔ اس اکیڈمی کے جملہ اخراجات کا اندازہ پچیس ہزار روپیہ سالانہ کیا گیا ہے لیکن اس کی مجموعی سالانہ آمدنی صرف چودہ ہزار روپے ہے اس طرح آمدنی کے مقابلہ میں سالانہ گیارہ ہزار کے زائد مصارف عائد ہو رہے ہیں ۔ سرسی ۔ وی ۔ رامن نے اکیڈمی کا تفصیلی تعارف کرانے اور اس کا مالی موقف بتانے کے بعد یہ توقع ظاہر کی کہ یہ اکیڈمی سائنس کی ترقی کے لئے جو خدمات انجام دے رہی ہے اس کے پیش نظر حکومت ریاست حیدرآباد اس کی امداد کے لئے دوہزار روپیہ سالانہ یا کوئی مناسب رقم منظور کرے گی یہ کاروائی محکمہ جات سیاسیات ، تعلیمات اور فینانس کے مشوروں کے ساتھ باب حکومت میں پیش کی گئی جہاں بالاتفاق طے پایا کہ انڈین اکیڈمی آف سائنس بنگلور کو فی الحال دوسال کے لئے دوہزار روپیہ کلدار سالانہ کا چندہ دیا جانا مناسب ہے ۔ صیغہ سیاسیات کی ایک عرضداشت مورخہ ۲۸ / اپریل ۱۹۳۶ء میں سرسی ۔ وی ۔ رامن کے مکتوب کا خلاصہ اور باب حکومت کی قرارداد درج کر کے اسے آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے روانہ کیا گیا ۔ آصف سابع نے کونسل کی رائے منظور کی اور اس بارے میں حسب ذیل فرمان مورخہ ۲ / جون ۱۹۳۶ء صادر ہوا ۔

" کونسل کی رائے کے مطابق اس اکیڈمی آف سائنس کو ہماری اسٹیٹ کی جانب سے دوہزار روپے کلدار سالانہ چندہ دیا جائے "۔ ریاست حیدرآباد کی جانب سے دوہزار روپے سالانہ چندہ دینے کی منظوری کی اطلاع اکیڈمی کے صدر نشین سرسی ۔ وی رامن کو دی گئی جس پر انھوں نے اپنے مکتوب مورخہ ۶ / جولائی ۱۹۳۶ء موسومہ معتمد تعلیمات کے ذریعہ اپنی جانب سے اور اکیڈمی کی کونسل کی جانب سے آصف سابع کی خدمت میں مودبانہ شکریہ ادا کرنے کی استدعا کی ۔

مذکورہ بالا فرمان کی تعمیل میں اکیڈمی کو دوہزار روپیہ کلدار سالانہ چندہ دوسال تک دیا جاتا رہا ۔ اس مدت کے ختم ہونے پر سرسی ۔ وی ۔ رامن نے اپنے ایک مکتوب

موسومہ معتمد فینانس کے ذریعہ درخواست کی کہ رقمی امداد جو دو سال کی مدت تک جاری ہوئی تھی اس میں مزید توسیع کی جائے ۔ اکیڈمی میں بڑی تعداد میں معیاری مضامین بغرض اشاعت وصول ہو رہے ہیں ۔ مضامین کی طباعت کے لئے اکیڈمی کو مالیہ کی سخت ضرورت ہے اگر حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے فیاضانہ عطیہ کو بحال کیا جائے تو اکیڈمی اپنی سرگرمیوں اور عملی جدوجہد کو برقرار رکھ سکیگی ۔ اس مکتوب پر باب حکومت نے اکیڈمی کو ایک ہزار روپیہ کلدار سالانہ کی مدد مزید دو سال تک دینے کی سفارش کی اور آصف سابع نے کونسل کی رائے کے مطابق امداد کی منظوری دیدی ۔ اس طرح سری ۔ وی ۔ رامن کے خطوط کی بنیاد پر اکیڈمی کی ایک ہزار روپے کلدار سالانہ کی امداد میں توسیع کا سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا ۔ ۱۹۴۷ء میں اکیڈمی کی امداد کو مسدود کر دیا گیا ۔ جس پر سری ۔ وی ۔ رامن نے اپنے مکتوب مورخہ ۸ / جون ۱۹۴۸ء موسومہ میرلایق علی ، صدر اعظم ریاست حیدرآباد میں لکھا کہ انھوں نے ایک درخواست مورخہ ۴ / سپٹمبر ۱۹۴۷ء معتمد تعلیمات کے نام روانہ کی تھی جس میں انھوں نے اکیڈمی کی امداد کو مزید تین سال ۱۹۴۷ تا ۱۹۴۹ء جاری رکھنے کی استدعا کی تھی لیکن معتمد تعلیمات کی جانب سے انھیں یہ اطلاع دی گئی کہ اکیڈمی کو مزید مدت کے لئے مدد فراہم کرنا ممکن نہیں ہے ۔ سری ۔ وی ۔ رامن نے اپنے مکتوب موسومہ میر لائق علی ، صدر اعظم میں لکھا کہ حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے ۱۹۳۶ء سے امداد جاری تھی جس سے اکیڈمی کی سرگرمیوں میں بڑی اعانت ہوتی تھی ۔ مسدودی امداد کی اطلاع یقینی طور پر حوصلہ شکنی کا باعث ہوئی ۔ انھوں نے مزید لکھا کہ اکیڈمی کی مساعی کے نتائج کی بناء پر اس کو بین الاقوامی مرتبہ حاصل ہو گیا ہے ۔ اس اکیڈمی کی Proceedings عملی طور پر دنیا کی ہر سائنس کی لائبریری میں جگہ پاتی ہیں اور ان میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں انھیں دیگر ممالک کے سائنس کے موقر رسالے اکثر و بیشتر حوالے کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔ حیدرآباد سے بھی کئی مضامین ان Proceedings میں شائع

ہوچکے ہیں اور توقع ہے کہ آئندہ بھی حیدرآبادیوں کے اچھے اور معیاری مضامین شائع ہونگے ۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ دوسال قبل وہ عثمانیہ یونیورسٹی کی دعوت پر حیدرآباد آئے تھے اور یونیورسٹی کیمپس میں تین ماہ کے لئے قیام کیا تھا ۔ اس عرصہ میں انھوں نے سائنس کے موضوعات پر ۴۰ لیکچر دئے تھے انھیں توقع تھی کہ اس سے حیدرآباد میں سائنس کی تحقیق اور ترقی میں مدد ملیگی ۔ امداد کی مسدودی کی اطلاع نے انھیں سخت مایوس کیا ۔ آخر میں انھوں نے نہ صرف امداد کی بحالی بلکہ اکیڈمی کی سرگرمیوں میں ترقی کے لئے امداد میں اضافہ کی بھی درخواست کی ۔

سرسی ۔ وی ۔ رامن کے اس مکتوب پر باب حکومت کے اجلاس منعقدہ ۲۱ / جون ۱۹۴۸ء میں غور کیا گیا اور طے پایا کہ سال حال ایک ہزار کی امداد زائد از موازنہ اجرا کردی جائے ۔ میرلائق علی ، صدراعظم نے ایک عرضداشت مورخہ ۲۵ / جولائی ۱۹۴۸ء میں تمام تفصیلات درج کرکے اسے آصف سابع کے ملاحظہ کے لئے پیش کیا ۔ اس بارے میں آصف سابع کا جو فرمان مورخہ ۱۵ / اگسٹ ۱۹۴۸ء صادر ہوا تھا اس کا متن درج ذیل ہے

"کونسل کی رائے کے مطابق مذکور سائنس اکیڈمی کو سال حال ایک ہزار کلدار کی امداد دی جائے اور اسکی اجرائی زائد از موازنہ کی جائے ۔"

ماخذ

Instalment No.85, List No. 2, Serial No. 12

مقدمہ ۔ عطائے چندہ دوہزار روپیہ کلدار سالانہ برائے دوسال بہ انڈین اکاڈمی آف سائنس بنگلور

تلگواکیڈمی اور قدیم ہندو عمارات پر کتاب کے لئے امداد

سابق ریاست حیدرآباد میں حکومت وقت اور حکمران ہر دو کی جانب سے فراخ دلی اور رواداری کے برتاؤ کی شہرت رہی ہے یہ شہرت محض کسی تشہیری مہم یا رسمی طور پر مدح و ستائش کا نتیجہ نہیں تھی تاریخی و دستاویزی ریکارڈ اور شہادت سے اس کی حقیقت اور واقعیت آشکار ہوتی ہے ۔ آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں محفوظ ریکارڈ کے انبار میں اس کے کئی ثبوت تفصیل کے ساتھ دبے ہوئے پڑے ہیں ۔ ان دستاویزات اور کاغذات کے منوں وزنی ڈھیر کو ہٹاکر میں نے دوایسی کارروائیوں کا مواد حاصل کیا ہے جو لسانی اور مذہبی نقطہ نظر سے سابق ریاست حیدرآباد کی متذکرہ خصوصیات کا احاطہ کرتا ہے ۔ اس مواد سے پتہ چلتا ہے کہ سابق ریاست حیدرآباد کی حکومت میں صدراعظم کی سطح تک ارباب ذمہ دار نے ہی نہیں بلکہ والئی ریاست آصف جاہ سابع نے آج سے ۵۰ اور ٦۰ سال قبل ایک طرف تو یہ کہ تلنگی زبان کے لئے جو بھی مانگا گیا دیا اور بخل سے کام نہیں لیا جتنا طلب کیا گیا منظور کیا اور اپنی رواداری اور کشادہ قلبی پر حرف آنے نہ دیا تو دوسری طرف حیدرآباد کی قدیم ہندو عمارات پر کتاب کی اشاعت کے لئے مطلوبہ مالی امداد ہی نہیں دی بلکہ ہر طرح کے تعاون کا پیش کش بھی کیا۔

حیدرآباد تلگواکیڈمی کو تلنگی کتابوں کی اشاعت اور انڈیا سوسائٹی لندن کو حیدرآباد کی قدیم ہندو عمارات سے متعلق ایک کتاب شائع کرنے کے لئے جو رقمی

امدادی گئی تھی ان کارروائیوں کا مختصر خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

پروفیسر سبارا ؤ صدر حیدرآباد تلگو اکیڈمی نے اپنا ایک مکتوب مورخہ ۱۲ / نومبر ۱۹۴۳ء حکومت ریاست حیدرآباد کے نام روانہ کیا تھا جس میں انھوں نے اکیڈمی مذکور کو دو ہزار روپے سالانہ اور چار ہزار روپے یکمشت بطور امداد منظور کرنے کی استدعا کی تھی تاکہ یہ اکیڈمی تلنگی زبان میں کتابیں شائع کر سکے۔ انھوں نے اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ اس ادارہ کے پنچ سالہ پروگرام میں منجملہ دیگر کتب کے قرآن مجید کا تلنگی ترجمہ، ایران کی ادبی تاریخ، تاریخ ادب اردو اور تاریخ دکن جیسی کتابیں شائع کرنا شامل ہے پروفیسر سبارا ؤ کے اس مکتوب پر معتمد تعلیمات نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا کہ یہ ادارہ غیر فرقہ وارانہ نوعیت کا ہے اور وہ بہت اچھا ثقافتی کام انجام دیتا رہا ہے۔ اس ادارہ کے اراکین کا مقصد مختلف تہذیبوں اور مختلف زبانوں کے ادب میں ربط قائم کر کے تلنگی زبان و ادب کو فروغ دینا ہے۔ معتمد تعلیمات نے حیدرآباد تلگو اکیڈمی کو حسب ذیل شرائط پر امداد جاری کرنے کی سفارش کی۔

۱۔ مطلوبہ امداد کی حد تک ادارہ کے حسابات کی جانچ حکومت کی جانب سے ہر سال کی جائے گی۔

۲۔ پروفیسر سبارا ؤ کے پیش کردہ پرگرام کے مطابق کام انجام پائے گا۔

۳۔ تلگو اکیڈمی کی جانب سے ہر شائع شدہ کتاب کے دو دو نسخے بلاقیمت دئے جائیں گے جن میں سے ایک جامعہ عثمانیہ کو اور دوسرا نظامت تعلیمات کو دیا جائے گا۔

۴۔ اگر اکیڈمی کی جانب سے آئندہ کتب خانہ قائم کیا جائے اور اس میں ریسرچ اسکالروں کے لئے تحقیقی مواد موجود ہو تو ایسی صورت میں معتمد تعلیمات کی لماء پر ریسرچ اسکالروں کو بلامعاوضہ اور بلا کسی شرط کے اس کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت دی جائے گی۔ صدرِ المہام تعلیمات (مہدی یار جنگ) نے حیدرآباد تلگو اکیڈمی کو سالانہ اور یکمشت مالی امداد دینے کی پرزور سفارش کی۔ محکمہ فینانس نے تحریک سے

ن کے اجلاس منعقدہ ۷ / مئی ۱۹۳۴ء میں پیش ہوئی تو قرار پایا کہ انڈیا سوسائٹی
کی مجوزہ کتاب کے لئے سو (۱۰۰) پونڈ عطیہ دئے جانے کی سفارش آصف سابع کی
ت میں عرض کی جائے ۔ مہاراجہ کشن پرشاد صدر اعظم نے اس کارروائی سے متعلق
رہ بالا تفصیلات عرضداشت مورخہ ۲ / جون ۱۹۳۴ء میں درج کر کے اسے آصف
ے کے احکام کے لئے روانہ کیا جس پر آصف سابع کا یہ فرمان مورخہ ۸ / جولائی ۱۹۳۴ء
ر ہوا ۔ " کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ کتاب کی اشاعت کے لئے یکسو (۱۰۰)
ی کی یکمشت امداد دی جائے ۔"

متذکرہ کارروائیوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اور بھی زیادہ مالی امداد طلب
جاتی تو شاید اس درخواست کو بھی قبول کر لیا جاتا ۔ انڈیا سوسائٹی لندن اور حیدرآباد
د اکیڈمی کو سابق ریاست حیدرآباد کی جانب سے جو مالی امداد منظور کی گئی تھی اس
رے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان اداروں کو بڑی بھاری رقمیں امداد کے طور پر نہیں
ی گئی تھیں لیکن اس سلسلہ میں دو باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ یہ
قمی امداد آج سے ۵۰ اور ۶۰ برس قبل دی گئی تھی جبکہ روپیہ کی قدر میں زمین آسمان کا
رق تھا اور اس زمانے کی ہزاروں کی امداد لاکھوں کی امداد پر بھاری تھی ۔ دوسرے یہ کہ
ان اداروں نے جو امداد مانگی تھی حکومت حیدرآباد کی جانب سے اتنی ہی امداد منظور کی
گئی تھی اور مطلوبہ امداد میں کوئی کمی نہیں کی گئی تھی جبکہ عام طور پر حکومتوں کا یہ رویہ
رہا ہے کہ جتنی امداد کے لئے درخواست کی جاتی ہے وہ مکمل طور پر نہیں بلکہ جزوی طور
پر منظور کی جاتی ہے البتہ یہ جزو چھوٹا بڑا ہو سکتا ہے جس کا انحصار غرض وغایت اور
مقصد کی اہمیت اور افادیت پر ہوا کرتا ہے ۔

اس یادداشت میں لکھا گیا تھا کہ اس کتاب کی اشاعت کا فائدہ حیدرآباد کے لئے ظاہر ہے وہ اس طرح کہ یہ کتاب حکومت حیدرآباد کی مالی اعانت سے شائع ہوگی اور اس ادارہ کی تصنیف کی حیثیت سے منظر عام پر آئے گی جو ہندوستانی فنون میں دلچسپی بڑھانے کے لئے کام کر رہا ہے انھوں نے یہ بھی لکھا کہ انڈیا سوسائٹی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ہندوستان کا ایک اہم مسلمان شاہی خاندان ہندو اور بدھ مت کے فنی نمونوں کے تحفظ کے لئے اعانت کر چکا ہے اور اب یہ بات اس کتاب کے ذریعہ طلبہ، مبصرین اور عوام پر آشکار ہوگی۔

ناظم آثار قدیمہ (غلام یزدانی) سے جب اس یادداشت کے بارے میں رائے طلب کی گئی تو انھوں نے لکھا کہ محکمہ آثار قدیمہ کو ہر ایسی تحریک سے پورا اتفاق ہے جس سے ریاست حیدرآباد کا علوم و فنون کی جانب سرپرستانہ اور غیر متعصبانہ پالیسی کا اظہار ہوتا ہے۔ انھوں نے مزید لکھا کہ انڈیا سوسائٹی لندن کی جانب سے کتاب کے (۷۵۰) نسخوں کے نصف اخراجات سو (۱۰۰) پونڈ مانگے گئے ہیں اور اڑتالیس (۴۸) پونڈ فوٹوؤں وغیرہ کے لئے طلب کئے گئے ہیں۔ چونکہ محکمہ آثار قدیمہ میں فوٹوؤں کا وافر ذخیرہ موجود ہے اور ریاست کی کوئی عمارت ایسی نہیں ہے جس کے متعدد فوٹو موجود نہ ہوں اس لئے محکمہ آثار قدیمہ کی رائے میں فوٹوؤں کا یہ خرچ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اگر انڈیا سوسائٹی لندن ان آثار کی فہرست جن کے فوٹو اسکو مطلوب ہیں محکمہ آثار قدیمہ حکومت حیدرآباد کو بھیج دے تو وہ فوٹو بآسانی یہاں سے روانہ کر دئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں محکمہ آثار قدیمہ میں بلاکوں کا بھی ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے ان کو بھی مستعار دیا جاسکتا ہے اور اس طرح کتاب کی طباعت کے اخراجات میں معتدبہ تخفیف ہوجائے گی۔ معتمد آثار قدیمہ نے ناظم آثار قدیمہ کی سفارش پر لکھا کہ سو (۱۰۰) پونڈ کی منظوری مناسب ہے اور اس کی ادائی محکمہ آثار قدیمہ کی گنجائش سے ہوسکے گی۔ محکمہ فینانس اور صدرالمہام آثار قدیمہ نے ناظم آثار قدیمہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ جب یہ کارروائی باب

حکومت کے اجلاس منعقدہ ۷ / مئی ۱۹۳۴ء میں پیش ہوئی تو قرار پایا کہ انڈیا سوسائٹی لندن کی مجوزہ کتاب کے لئے سو (۱۰۰) پونڈ عطیہ دئے جانے کی سفارش آصف سابع کی خدمت میں عرض کی جائے ۔ مہاراجہ کشن پرشاد صدر اعظم نے اس کارروائی سے متعلق متذکرہ بالا تفصیلات عرضداشت مورخہ ۲ / جون ۱۹۳۴ء میں درج کرکے اسے آصف سابع کے احکام کے لئے روانہ کیا جس پر آصف سابع کا یہ فرمان مورخہ ۸ / جولائی ۱۹۳۴ء صادر ہوا ۔ " کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ کتاب کی اشاعت کے لئے یکسو (۱۰۰) پونڈ کی یکمشت امداد دی جائے ۔"

متذکرہ کارروائیوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اور بھی زیادہ مالی امداد طلب کی جاتی تو شاید اس درخواست کو بھی قبول کرلیا جاتا ۔ انڈیا سوسائٹی لندن اور حیدرآباد تلگو اکیڈمی کو سابق ریاست حیدرآباد کی جانب سے جو مالی امداد منظور کی گئی تھی اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان اداروں کو بڑی بھاری رقمیں امداد کے طور پر نہیں دی گئی تھیں لیکن اس سلسلہ میں دو باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ یہ رقمی امداد آج سے ۵۰ اور ۶۰ برس قبل دی گئی تھی جبکہ روپیہ کی قدر میں زمین آسمان کا فرق تھا اور اس زمانے کی ہزاروں کی امداد لاکھوں کی امداد پر بھاری تھی ۔ دوسرے یہ کہ ان اداروں نے جو امداد مانگی تھی حکومت حیدرآباد کی جانب سے اتنی ہی امداد منظور کی گئی تھی اور مطلوبہ امداد میں کوئی کمی نہیں کی گئی تھی جبکہ عام طور پر حکومتوں کا یہ رویہ رہا ہے کہ جتنی امداد کے لئے درخواست کی جاتی ہے وہ مکمل طور پر نہیں بلکہ جزوی طور پر منظور کی جاتی ہے البتہ یہ جزو چھوٹا بڑا ہوسکتا ہے جس کا انحصار غرض وغایت اور مقصد کی اہمیت اور افادیت پر ہوا کرتا ہے ۔

ماخذ

1) Instalment No. 88, List No. 6, Serial No. 101
مقدمہ :۔ نسبت منظوری امداد تلگو اکاڈمی رقمی (دوہزار) سالانہ متوالی و (چار ہزار) غیر متوالی

2) Instalment No.84, List No. 1, Serial No. 139
مقدمہ :۔ نسبت تحریک امداد انڈیا سوسائٹی لندن برائے اشاعت کتاب ہندو عمارات قدیمہ حیدرآباد دکن

دیول اننت گیری و بالاجی
نقد معاش کی بحالی و بقایا کی منظوری

سابق ریاست حیدرآباد میں آصف جاہی دور کی رواداری کی روایات کے بارے میں بے شمار باتیں کہی اور سنی جاتی ہیں ۔ چند مورخین نے لکھا ہے کہ آصف جاہی حکمران اور ان کا نظم و نسق ہندو اور مسلمان رعایا سے بالکل یکساں برتاؤ کرتا تھا ۔ مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر رعایا سے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا اور انصاف کو ریاست کے نظم و نسق میں بنیادی مقام حاصل تھا ۔ اس پس منظر میں حکومت حیدرآباد کے ریکارڈز کی مدد سے تحقیق کرکے پتہ چلانے کی ضرورت ہے کہ آیا یہ دعوے اور بیانات درست ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سی باتیں رسمی طور پر کہی جاتی ہیں لیکن ان پر پوری طرح عمل نہیں ہوتا ۔ جو نعرے لگائے جاتے ہیں عمل کی کسوٹی پر کھوکھلے نکلتے ہیں اس مضمون میں ریاست کی ہندو رعایا سے متعلق ایک اہم مذہبی معاملہ کے سلسلہ میں جو کاروائی ہوئی تھی اس کا جائزہ لیا گیا ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت حیدرآباد کا ذہن رواداری اور انصاف کے معاملہ میں صاف تھا کسی تحفظ سے کام نہیں لیا جاتا تھا اور کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا یہ تجزیہ اس دور کی حکومت کے سیکولر کردار کی غمازی کرتا ہے کیونکہ ہندو رعایا کے مذہبی مقامات کے لئے جو مالی امداد دی جاتی تھی اور جس قسم کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں وہ محض تکمیل ضابطہ اور رسم نبھانے کے لئے نہیں

تھیں بلکہ یہ مالی امداد حق بہ حق دار رسید کے مصداق واجبی تصور کرتے ہوئے دی جاتی تھی اور امداد کے حصول کو حق گردانا جاتا تھا۔ اس قسم کی کارروائیوں کی تفصیلات یا جزئیات کے مطالعہ یا تجزیہ سے نظم و نسق کی نیت اور طرز عمل کا بھی ثبوت ملتا ہے اس مضمون میں جس کارروائی کا احاطہ کیا گیا ہے اس کی تفصیلات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت نے مذہبی معاملوں اور عقیدوں کو زیر بحث لانے کی بھی اجازت نہیں دی اور یہ موقف اختیار کیا کہ حکومت کو اس سلسلہ میں ضروری اور غیر ضروری اور درست و نادرست کا تصفیہ کرنا کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ ان معاملات کا متعلقہ مذہب کے ماننے والوں کے نقطہ نظر سے ہی جائزہ لینا چاہیے اور اس سلسلہ میں حکومت کی جانب سے کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی جانی چاہیے۔

سابق ریاست حیدرآباد کے ضلع ناندیڑ کے قصبہ کولاس میں واقع دیول اننت گیری اور بالاجی کو نقد معاش کی بحالی اور بقایا کی منظوری کی کاروائی آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈز کے ذخیرہ میں محفوظ ہے جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

سمستان کولاس سے دیول اننت گیری اور بالاجی کے اخراجات کے لئے اراضی معاش محاصلی کے علاوہ نقد معاش ایک ہزار تین سو اٹھانوے روپے تین آنے آٹھ پائی جاری تھی جو سمستان کولاس کے ضبط کرلے جانے کے بعد بھی ایک عرصہ تک جاری رہی بعدازاں اس معاش کو مسدود کردیا گیا۔ اس مرحلہ پر پشکرداس پجاری نے درخواست پیش کی کہ وہ ہری چرن داس، متوفی مہنت دیول کا چیلہ ہے اور دیول کی خدمت انجام دے رہا ہے لہذا دیول کی معاش اس کے نام بحال و جاری کی جائے اور

تاریخ مسدودی سے بقایا منظور کیا جائے ۔اسپشیل آفیسر و سوم تعلقدار ضلع ناندیڑ نے تحقیقات کے بعد یہ رپورٹ پیش کی کہ لپشکر داس کے خلاف کوئی عذر داری پیش نہیں ہوئی ہے لیکن لپشکر داس کی جانب سے بھی کوئی سند پیش نہیں کی گئی ہے البتہ پٹیل پٹواری اور گواہوں کے بیانات سے انعامات مستدعیہ کا دیول کے نام بحال و جاری رہنا اور لپشکر داس کا خدمت انجام دینا ثابت ہوتا ہے ۔ دونوں دیول سنگ بستہ ، پختہ اور قدیم ہیں ۔چونکہ سمستان کولاس کے راجا ان دیولوں کے معتقد تھے اور بہت سے اہل ہنود بھی معتقد ہیں لہٰذا اراضی معاش کا ہردو دیولوں کے نام بحال رہنا مناسب ہے ۔ نقد معاش کے بارے میں انھوں نے لکھا کہ معاش کے طور پر جو سالانہ ایک ہزار ایک سو بائیس روپے تین آنے آٹھ پائی دئے جاتے ہیں ان کے حسابات دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تخمیناً پانچ سو تیرہ روپے جو خیرات جنگم ، دھوبی ، طوائف اور دیگر معمولی حیثیت کے لوگوں میں تقسیم ہوا کرتے ہیں بالکل بے سود اور مسدود کر دئے جانے کے لائق ہیں ۔ باقی رقم پانچ سو آٹھ روپے جو سدابرت وغیرہ میں صرف ہوتی ہے لائق بحالی ہے ۔ سالانہ نقد معاش کے علاوہ دیگر اخراجات دو سو چھہتر روپے سالانہ ہوتے ہیں جن میں سے پجاری ، جاروب کش اور روشنی کے اخراجات دو سو سولہ روپے سالانہ اجراء ہونے چاہئیں ۔ اخراجات معمول جل بھرنی ، ایکادسی ، راکھی پونم ، وسرہی ، وبال بھوگ کے سالانہ اخراجات ساٹھ روپے غیر ضروری ہونے کی وجہ سے مسدود کئے جانے کے لائق ہیں ۔

اسپیشل آفیسر اور سوم تعلقدار ضلع نے بعد تحقیقات اپنی رپورٹ میں جو رائے پیش کی تھی اول تعلقدار ضلع نے اس رائے سے اتفاق کیا اور محکمہ مال نے تصفیہ کیا

کہ اراضی معاش لِشکر داس کے نام بحال رہے ۔ نقد معاش کے متعلق ناظم و معتمد امور مذہبی نے اول تعلقدار ضلع کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ سالانہ مصارف لِشکر داس کی جانب سے ادا ہونے کی تصدیق وصول ہونے کے بعد ہی رقم بقایا یا ایصال ہونے کے سلسلہ میں کارروائی ہوسکے گی ۔ صدرالمہام امور مذہبی (نواب لطف الدولہ بہادر) نے نقد معاش کے سلسلہ میں بعض مصارف کو تخفیف کرنے کی دیگر عہدیداروں کی رائے سے اختلاف کیا اور لکھا کہ انھیں خیرات جتگم ، دھوبی ، برہمن و طوائف وغیرہ کے مصارف کو تخفیف کرنے کی رائے سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ یہ قدیم معمولات ہیں انھیں تخفیف نہیں کیا جانا چاہیے علاوہ ازیں اہل ہنود کے مذہبی معمولات کو ان ہی کے مذہبی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیے ۔ مثلاً معمول طوائف یہ معمول مسلمانوں کے پاس جائز نہیں ہے لیکن اہل ہنود کے پاس (راگ) داخل عبادت ہے ۔ فینانس نے صدرالمہام امور مذہبی کی رائے سے اتفاق کیا ۔ جب یہ کارروائی کونسل (باب حکومت) کے اجلاس میں پیش ہوئی تو متفقہ طور پر طے پایا کہ نقد معاش دیول اننت گیری جو ایک ہزار تین سو اٹھانوے روپے تین آنے آٹھ پائی سالانہ ہے حسب سابق جاری رہنا مناسب ہے ۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد صدراعظم نے اوپر بیان کردہ تمام تفصیلات اور کونسل کی قرارداد ایک عرضداشت مورخہ ۳ / مئی ۱۹۳۲ء میں درج کرکے آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے روانہ کی ۔ آصف سابع نے کونسل کی رائے کو منظور کیا اور بذریعہ فرمان مورخہ ۷ / مئی ۱۹۳۲ء ایک ہزار ایکسو بائیس روپے تین آنے آٹھ پائی سالانہ نقد معاش لِشکر داس پجاری کے نام بحال کرنے کے احکام جاری ہوئے ۔

چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں سہواً رقم کم لکھ دی گئی تھی اس لئے ایک اور

عرضداشت مورخہ ۲۲ / اگسٹ ۱۹۳۴ء آصف سابع کی خدمت میں پیش کی گئی جس کی ابتداء میں تحریر کیا گیا کہ بذریعہ فرمان مورخہ ۷ / مئی ۱۹۳۲ء کولاس کے دیول اننت گیری و بالاجی کی نقد معاش ایک ہزار ایک سو بائیس روپے ۳ آنے آٹھ پائی بنام پشکر داس پجاری بحال کئے جانے کی منظوری دی جاچکی ہے لیکن اس نقد معاش کے علاوہ دیگر سالانہ اخراجات دوسو چھہتر روپے ہوتے ہیں جن کی تفصیل سابقہ عرضداشت میں پیش کی جاچکی ہے لہذا ان اخراجات کے لئے بھی امداد منظور کی جائے ۔ اس کے علاوہ عرضداشت میں معاش کے بارے میں ناظم و معتمد امور مذہبی کی رائے بھی درج کی گئی جنھوں نے تحریر کیا تھا کہ معاش ، خدمت دیول کے لئے وقف کی گئی ہے جس کا انتظام سمستان کولاس کے خالصہ ہونے سے قبل سمستان کی رانی صاحبہ کی جانب سے ہوتا تھا لہذا معاش کا دیول کے نام جاری ہونا منشائے عطاء کے مطابق ہوگا اور پشکر داس کی حیثیت دیول کے متصدی کی رہے گی اس کارروائی کے بارے میں کونسل نے جو حسب ذیل قرارداد منظور کی تھی اسے بھی عرضداشت میں درج کیا گیا۔

" سابق میں سمستان کولاس سے دیول اننت گیری کے مراسم ادا ہوتے تھے ۔ پشکر داس کی حیثیت متصدی خدمت کی ہے لہذا معاش ایک ہزار تین سو اٹھانوے روپے تین آنے آٹھ پائی بنام دیول جاری رہنا چاہیے " ۔ آصف سابع نے کونسل کی رائے کو منظور کیا اور اس سلسلہ میں یہ فرمان مورخہ ۱۳ / سپٹمبر ۱۹۳۴ء صادر ہوا ۔

" کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ معاش دیول کے نام جاری کی جائے ۔"

نقد معاش اور دیگر اخراجات دیول کے نام جاری کئے جانے کے احکام صادر ہونے کے تقریباً پانچ سال بعد ناظم امور مذہبی نے بقایا کی کارروائی کے بارے میں تحریر

کیا کہ سابقہ عرضداشت میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ دیول کے سالانہ مصارف پشکر داس کی جانب سے ادا کئے جانے کی تصدیق ہونے پر رقم بقایا بھی ایصال کئے جانے کی کارروائی کی جائے گی ۔ انھوں نے لکھا کہ اس بارے میں عہدہ داران مقامی سے تصدیق ہوچکی ہے ۔ بقایا کی رقم از ابتداء ۱۳۲۷ف تا ختم ۱۳۴۱ف بیس ہزار چار سو پچانوے روپے ۸ آنے چھ پائی ہوتی ہے ۔ دیول مرمت طلب ہے اور اس کا تحفظ ضروری ہے لہٰذا بقایا کی دوثلث رقم دیول کی تعمیر و ترمیم کے لئے مخصوص کرکے ایک ثلث پشکر داس کو ایصال کرنا مناسب ہوگا ۔

اجرائی بقایا کے متعلق گنجائش دریافت کرنے پر ناظم امور مذہبی نے لکھا کہ دفتر صدر محاسبی کی اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمستان کولاس جس کی آمدنی سے یہ معمول ایصال ہوتا تھا شریک خالصہ ہوچکا ہے اور اب اس کی آمدنی علاقہ دیوانی میں جمع ہوا کرتی ہے ۔ مشروط الخدمت معمولات کسی وجہ سے برآئندہ رہیں تو ان کی بچت بحق سرکار جمع ہوجاتی ہے ۔ بقایا کی اجرائی زائد از موازنہ ہوا کرتی ہے لہذا زیر بحث بقایا بھی زاید از موازنہ اجراء ہوگا ۔ اس بارے میں جب محکمہ مالگزاری سے دریافت کیا گیا کہ آیا سمستان کولاس کی جو آمدنی علاقہ دیوانی میں جمع ہے اس میں معاش دیول کی رقم کی گنجائش ہے یا نہیں تو محکمہ مالگزاری نے اطلاع دی کہ اس معمول کا اسٹیٹ میں جمع ہونے کا کوئی داخلہ نہیں ہے ۔ لیکن صدر المہام امور مذہبی نے لکھا کہ چونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ دیول کی رقم خزانہ سرکار میں داخل ہوچکی ہے لہذا زائد از موازنہ کی رقم سے بقایا ادا کرنا مناسب ہوگا ۔ فینانس نے اس رائے سے اتفاق کیا اور یہ کاروائی کونسل کے اجلاس میں پیش ہوئی جس میں بالاتفاق طے پایا کہ حسب رائے ناظم امور مذہبی متفقہ

فینانس معروضہ پیش کرکے منظوری حاصل کی جائے ۔ عقیل جنگ بہادر نائب صدراعظم نے عرضداشت مورخہ ۱۴ / سپٹمبر ۱۹۳۹ء میں اوپر بیان کردہ ساری تفصیلات درج کرکے اسے آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے روانہ کیا ۔ آصف سابع نے کونسل کی قرارداد کو منظوری عطا کی اور اس بارے میں حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۸ / سپٹمبر ۱۹۳۹ء صادر ہوا ۔

" کونسل کی رائے کے مطابق دیول کی معاش کے بقایا بیس ہزار چار سو پچانوے روپے کی دوثلث رقم تعمیر و ترمیم دیول کے لئے محفوظ کرکے ایک ثلث پشکرداس کو ایصال کی جائے جو مشروط خدمت ادا کر رہا ہے ۔ "

ماخذ

File No. 2 of 1341 of Umoor - i - mazhabi

Instalment No. 80, List No. 7, Serial No. 367

مقدمہ ۔ دریافت معاش دیول اننت گیری و بالاجی واقع قصبہ کولاس ضلع ناندیڑ

ہندو ملازمین کو جاتراؤں کے لئے رخصت خاص و پیشگی تنخواہ

سابق ریاست حیدرآباد کے آخری حکمران نواب میر عثمان علی خان کے دور کی رواداری مشہور ہے اس کے علاوہ اس دور کی سیکولر روایات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں رواداری کی اقدار اور سیکولر روایات صرف معاشرتی اور تہذیبی زندگی ہی میں نہیں پائی جاتی تھیں بلکہ سرکاری نظم و نسق اور اس کے کل پرزے بھی اس کے احاطے میں داخل تھے ۔ حکومت کی نظر میں تمام سرکاری ملازمین بلالحاظ مذہب و ملت مساوی حیثیت رکھتے تھے اگر ان میں کسی وجہ سے فرق و امتیاز کی صورتیں محسوس ہوتیں تو اس بات کی کوشش کی جاتی تھی کہ یہ صورتیں دور ہوں اور کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہے ۔ اس دور میں مسلم ملازمین کو فریضۂ حج ادا کرنے اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے چھ ماہ کی رخصت خاص پیشگی تنخواہ کے ساتھ حاصل کرنے کی سہولت دی گئی تھی ۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حج و مقامات مقدسہ کی زیارت کیلئے بیرونی ملکوں کا سفر کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے سمندر پار کا سفر بھی لازمی ہے ۔ چونکہ یہ سہولت صرف مسلم ملازمین کو حاصل تھی اس لئے سابق حکومت حیدرآباد نے ازخود یہی سہولت ہندو ملازمین کو بھی فراہم کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا اور رواداری کے جذبہ اور سیکولر روایات کے عین مطابق ہندو ملازمین کو بھی یہی سہولت فراہم کردی اس حقیقت کے باوجود کہ ہندو ملازمین کو اپنے مذہبی مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے صرف اندرون ملک ہی سفر کرنا پڑتا ہے ۔ اس دشوار گزار سفر کے بارے میں مکمل

معلومات حاصل کی گئیں اور ساری کارروائی کو بڑی تیزی کے ساتھ تکمیل کو پہنچایا گیا تاکہ ریاستی حکومت کے ملازمین میں اس تعلق سے بھی کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہے۔ اس ساری کارروائی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ کارروائی نظم و نسق کے مختلف سطحوں سے گزرتی ہوئی حکمران وقت کی منظوری حاصل کرتی ہے۔ حکومت کے مختلف ارباب ذمہ دار نے اس کارروائی کے تعلق سے اثباتی رد عمل، سیکولر رویہ اور منصف مزاجی کا مظاہرہ کیا۔ کسی نے بھی کسی تحفظ ذہنی یا تنگ نظری سے کام نہیں لیا۔ معتمد قانون (نواب ذوالقدر جنگ) نے جس اہم نکتہ کی جانب اشارہ کیا تھا وہ بنیاد ثابت ہوا اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ اس دور کے وزیر فینانس (مسٹر اکبر حیدری) نے اپنے محکمہ میں اس کارروائی کو بڑی عمدگی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ سر اکبر حیدری کھلے ذہن کے ماہر نظم و نسق تھے۔ انھوں نے دوسرے موقعوں پر بھی فراخ دلی اور انصاف پسندی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اس سلسلہ میں میں نے اپنے ایک مضمون "مہابھارت کی اشاعت" میں حکومت ریاست حیدرآباد سے گراں قدر مالی امداد ارسال کروانے میں سر اکبر حیدری کے کلیدی رول کا تذکرہ کیا ہے۔

ہندو ملازمین کو جاتراؤں یا مذہبی مقامات کی زیارت کے لئے رعایت دینے کی کارروائی کی تفصیلات آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ذخائر میں کہیں دبی ہوئی تھیں آج جب کہ ملک میں سیکولرازم کی اقدار ایک سوالیہ نشان بنی ہوئی ہیں میں نے محسوس کیا کہ ماضی کے نہاں خانوں سے اس سلسلہ میں روشن اور لائق تقلید حقائق کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

اس کارروائی کی تفصیل یہ ہے کہ آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل ایک ملازم سرکار حکومت ریاست حیدرآباد رام سروپ ٹنڈن نے جاترا کی غرض سے چھ ماہ کے لئے رخصت کی درخواست دی تھی اس درخواست پر معتمد سرکار عالی محکمہ قانون (نواب ذوالقدر جنگ) نے تحریر کیا کہ استثناء تحت دفعہ (۱۸۰) ضابطہ ملازمت سیول سرکار عالی

کی رعایت صرف مسلم ملازمین کو حاصل ہے لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا رعایت مذکور کے مماثل ہندو ملازمین کو بھی ان کے مذہبی رسوم کی ادائی کے لئے چھ ماہ کی رخصت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

چنانچہ اس ضمن میں محکمہ فینانس کی جانب سے ایک طویل نوٹ اور تحریک پیش ہوئی ۔ محکمہ فینانس نے اپنے نوٹ میں سب سے پہلے حسب ذیل استثناء تحت دفعہ (۱۸۰) ضابط ملازمت کا حوالہ دیا۔

"مکہ معظمہ کے حج یا مدینہ منورہ، کربلائے معلی، بغداد شریف، نجف اشرف، مشہد مقدس یا بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے کسی ملازم کو ایسی مدت کے لئے رخصت خاص دی جاسکے گی جو چھ ماہ سے زاید نہ ہو اور بلاہرج کار سرکاری عطا ہو سکتی ہو اور جس کے لئے خاص وجوہ سے اس کا بالادست عہدہ دار سفارش کرے بشرطیکہ اتنی مدت کا استحقاق اسے اس صورت میں حاصل ہو جبکہ دفعہ (۱۷۴) کی یہ قید کہ چار ماہ سے زائد کی رخصت مستحقہ سوخت ہو گی نظر انداز کر دی جائے گی ۔"

اس استثناء کے بارے میں مزید یہ بھی لکھا گیا کہ منظوری رخصت خاص بغرض حج و زیارت معہ تنخواہ پیشگی کے معاملات صدر اعظم کے اختیاری ہیں ۔

مذکورہ بالا دفعہ کی عبارت سے بحث کرتے ہوئے یہ لکھا گیا کہ اس دفعہ کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ بہ لحاظ مقامات زیارت رخصت مذکور کی رعایت سے مسلم ملازمین کے علاوہ عیسائی اور یہودی ملازمین بھی مستفید ہو سکتے ہیں ۔

اس کے بعد محکمہ فینانس نے دستور العمل رخصت ملازمان فوج بے قاعدہ سرکار عالی کے حسب ذیل فقرات ۱۳ اور ۱۴ کے حوالے دئے ۔

فقرہ (۱۳) حج بیت اللہ شریف و زیارت ہائے متبرکہ کے لئے اہل اسلام کو چھ ماہ کی رخصت بلاوضع دی جائے گی ۔

فقرہ (۱۴) تیرتھ وجاترا معابد کے لئے بلحاظ مسافت اہل ہنود کو چھ ماہ کی رخصت

بلا وضع تنخواہ دی جائے گی مگر مدت ملازمت میں صرت ایک بار ایسی رخصت مل سکے گی

فقرات مذکورہ کی روشنی میں یہ لکھا گیا کہ چھ ماہ کی رخصت خاص کا عمل بلاتفریق مذہب افواج بے قاعدہ میں قدامت سے جاری ہے اور ان ہی قواعد کے پیش نظر علاقہ سیول میں بھی رخصت خاص چھ ماہ باغراض حج و زیارت دئے جانے کا طریقہ رائج کیا گیا جو آج تک قائم ہے لیکن علاقہ فوج کی طرح علاقہ سیول میں اس رعایت سے ہندو ملازمین مستفید نہیں ہو سکتے۔

بعد ازاں محکمہ فینانس نے ہندوؤں کے مقامات مقدسہ اور ان کی زیارت کے لئے درکار مدت کے بارے میں حسب ذیل تفصیلی مواد پیش کیا۔

ہندوؤں کے مقامات مقدسہ اگرچہ ہندوستان میں واقع ہیں مگر ان میں سے بھی بعض مقامات ایسے ہیں جن کے لئے دور دراز کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ ہندوؤں کے مقامات مقدسہ جو "چار دہام" کے نام سے موسوم ہیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بدری ناتھ جی واقع کوہ ہمالیہ۔ شمالی ہند

۲۔ جگناتھ جی واقع پوری۔ مشرقی ہند

۳۔ رامیشور ناتھ جی۔ جنوبی ہند

۴۔ دوار کاناتھ جی۔ مغربی ہند

اس کے علاوہ پریاگ جی (الہ آباد)، کاشی جی (بنارس) اور گیاجی کی جاترا ہر ہندو کے لئے فریضہ میں داخل ہے۔

کوہ ہمالیہ میں بدری نارائن کے علاوہ کیدار ناتھ، گنگوتری اور جمنوتری کی تین اور جاترائیں اہم اور مقدس ہیں اور ان سب جاتراؤں کا راستہ نہایت سخت اور دشوار گزار ہے۔ ہری دوار تک ریل کا سفر ہے اور ہری دوار سے ہی ان چاروں مقامات کا راستہ شروع ہوتا ہے اور پورا سفر پیدل طے کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان چاروں مقامات سے ہری دوار جانے اور ہری دوار سے ان مقامات کو واپس آنے کی جملہ

مسافت (۸۳۵) میل صرف پیدل چل کر ہی طے کرنی پڑتی ہے اور روزانہ بمشکل تمام (۱۰) میل سے زیادہ راستہ طے نہیں ہوسکتا علاوہ ازیں اوپر جن اہم مقامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں مذہبی رسومات کی ادائی کے لئے ایک سے تین دن کا قیام ضروری ہے۔ اس طرح اس ایک دہام کے لئے چار ماہ کی مدت درکار ہوتی ہے۔ باقی تین دہام یعنی رامیشور، دوار کا پوری و جگناتھ پوری کے علاوہ پریاگ، کاشی اور گیا کی تیرتھ کے لئے فی جاترا دو ماہ سے کم مدت کسی طرح کافی نہیں ہوسکتی کیونکہ راستہ میں قرب و نواح میں ایسے مقامات واقع ہیں جہاں پر مذہبی رسوم کی ادائی کے غرض سے تین روز یا اس سے زیادہ قیام کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان تفصیلی مباحث اور دلائل کے بعد محکمہ فینانس نے سفارش کرتے ہوئے لکھا کہ ضابطہ ملازمت سیول سرکار عالی کے دفعہ (۱۸۰) کے تحت جو رعایت مسلم ملازمین سرکار کو حاصل ہے وہی رعایت ہندو ملازمین سرکار کو دی جائے تاکہ وہ جاتراؤں یا مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے چھ ماہ کی رخصت خاص معہ تنخواہ پیشگی حاصل کرسکیں۔ اس کے لئے دفعہ (۱۸۰) ضابطہ ملازمت سیول سرکاری کے تحت حسب ذیل استثناء قائم ہوگا۔

"جاترائے موقوعہ کوہ ہمالیہ (بدری نارائن، کیدارناتھ، گنگوجی و جمنوتری) معہ تیرتھ، پریاگ، کاشی و گیا یا معہ جاترائے ایک دہام (۲) جاترائے دو دہام معہ تیرتھ پریاگ کاشی و گیا (۳) جاترائے سہ دہام۔ کی غرض سے کسی ملازم کو ایسی مدت کے لئے رخصت خاص دی جاسکے گی جو چھ ماہ سے زاید نہ ہو اور بلاہرج کار سرکار عالی عطا ہوسکتی ہو اور جس کے لئے خاص وجوہ سے اس کا بالادست عہدہ دار سفارش کرے۔ بشرطیکہ اتنی مدت کا استحقاق اسے اس صورت میں حاصل ہو جبکہ دفعہ (۱۷۴) کی یہ قید کہ چار ماہ سے زاید کی رخصت سوخت ہوگی نظرانداز کر دی جائے گی۔"

یہ کارروائی باب حکومت کے اجلاس منعقدہ ۲۷/ امرداد ۱۳۴۳ف م ۲/ جولائی

۱۹۳۴ء میں پیش ہوئی جس میں صدر اعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد کے علاوہ ولی الدولہ بہادر، صدرالمہام فوج و تعلیمات، سر اکبر حیدر نواز جنگ صدرالمہام فینانس، لفٹنٹ کرنل ٹرنچ صدرالمہام مال و کوتوالی، عقیل جنگ بہادر صدرالمہام تعمیرات، لطف الدولہ بہادر صدرالمہام عدالت و امور مذہبی اور مہدی یار جنگ صدرالمہام سیاسیات شریک تھے۔اس اجلاس میں " بالاتفاق قرار پایا کہ تحریک لائق منظوری ہے "

صدر اعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد نے عرضداشت مورخہ ۲۷ / ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۰ / جولائی ۱۹۳۴ء میں اس کارروائی کی تفصیلات، محکمہ فینانس کی تحریک اور باب حکومت کی قرارداد کو درج کرتے ہوئے اسے آصف سابع کے ملاحظہ اور منظوری کے لئے پیش کیا۔ اس عرضداشت میں باب حکومت نے ہندو ملازمین کو جاتراؤں یا مذہبی مقامات کی زیارت کے لئے چھ ماہ رخصت خاص معہ پیشگی تنخواہ دینے کی نسبت ضابطہ ملازمت میں ترمیم کے لئے جو تحریک پیش کی تھی اسے آصف سابع نے منظوری عطا کی۔ اس سلسلہ میں ان کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۶ / ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۲۹ / جولائی ۱۹۳۴ء صادر ہوا تھا۔

" کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ تحریک منظور کی جائے۔" اس فرمان کے صادر ہونے پر اس استثناء کو فوری ضابطہ ملازمت سیول سرکاری عالی میں شامل کرلیا گیا۔

ماخذ

Instalment No. 84, List No. 1, Serial No. 119

مقدمہ۔ تحریک نسبت منظوری عطائے رخصت شش ماہ باغراض تیرتھ وغیرہ بملازمین اہل ہنود مثل اہل اسلام بہ توضیح و ترمیم دفعہ (۱۸۰) ضابطہ ملازمت سیول۔

شیواجی کے خاندان کے ایک مندر کا تحفظ

ریاست حیدرآباد کے فرماں رواؤں اور حکومت نے رواداری ، انصاف اور مساوات کے اصولوں اور اقدار کو سربلند کیا تھا تب ہی اس ریاست کی رواداری ، یہاں کے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے بھائی چارہ اور ہم آہنگی کا شہرہ نہ صرف سارے برصغیر (غیر منقسم ہندوستان) میں تھا بلکہ اس کی گونج ہندوستان کے باہر بھی سنی جاتی تھی اور اب بھی سنی جاتی ہے یہ خصوصیات حقیقی اور سچی تھیں ۔ اس ریاست سے تعلق رکھنے والوں نے اپنی ان خصوصیات کے تعلق سے دعوے نہیں کئے رواداری اور یک جہتی کے نعرے نہیں لگائے کیونکہ انھیں اسکی ضرورت نہیں تھی ۔ نعروں کے زور و شور پر وہ ان خصوصیات کو منوانا نہیں چاہتے تھے ۔ یہ خصوصیات روز روشن کی طرح واضح حقائق کا درجہ رکھتی تھیں ۔ پھر بھی آج کے دور میں جب کہ تعصب اور تنگ نظری کے اندھیرے پھیلتے جارہے ہیں ان خصوصیات کو ناقابل تردید بیانات کی شکل میں پیش کرنے کی بڑی ضرورت ہے تاکہ ان حقائق اور سچائیوں کی روشنی آج ان تاریکیوں کو دور کرے جو قلب و ذہن پر چھاتی جارہی ہیں ۔

ریاست حیدرآباد کے سلاطین اختیار کل رکھنے والے مسلمان تھے اس لئے آج وہ لوگ جنھیں اس ریاست کے حالات اور واقعات کا اچھی طرح علم نہیں ہے ضرور سوچتے ہونگے کہ اس ریاست کے حکمرانوں اور حکومت نے دیگر مذاہب کے تعلق سے کیا رویہ اختیار کیا ہوگا خاص کر عبادت گاہوں کے تعلق سے ان کی حکمت عملی کس قسم کی رہی

ہوگی دیگر مذاہب کے معبدوں کا انہوں نے کیا اتنا ہی احترام کیا ہوگا جتنا کہ وہ اپنے مذہبی مقامات کا احترام کرتے ہیں۔ آج ان ذہنوں میں پیدا ہونے والے ان سوالات کا جواب سابق ریاست حیدرآباد کے ضلع اورنگ آباد کے موضع ورول میں واقع ایک کنڈ اور مندر کے تحفظ سے متعلق ساری کاروائی سے ملتا ہے۔ آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز میں محفوظ اس کارروائی سے متعلق سرکاری ریکارڈز سے صرف یہ ظاہر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر طرح ثابت ہوتا ہے کہ سابق ریاست حیدرآباد کی حکومت منادر اور مذہبی آثار کا نہ صرف احترام کرتی تھی بلکہ ان کے تحفظ کا پورا خیال رکھتی تھی وہ اس معاملہ میں آج کی کسی بھی سیکولر حکومت سے پیچھے نہیں تھی بلکہ اس کے انداز فکر اور طرز عمل کو آج کی سیکولر مملکت اور اس کے سیکولر نظام حکومت کے لئے لائق تقلید مثال سمجھا جاسکتا ہے یہی نہیں کہ سابق ریاست حیدرآباد میں ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی عبادت گاہوں کی صیانت کا ہر طرح خیال رکھا جاتا تھا بلکہ ان کے تحفظ کے لئے درکار اقدامات کے موقع پر یہ احتیاط بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی کہ مذہبی رسومات اور طور طریقوں کی انجام دہی میں کسی قسم کی مداخلت دانستہ یا غیر شعوری طور پر بھی سرزد نہ ہو۔ مہارانی اہیلیا بائی ہولکر کے تعمیر کردہ کنڈ اور شیواجی کے آباد اجداد کے تعمیر کروائے ہوئے مندر کے تحفظ کی کارروائی کی ساری تفصیلات ذیل میں دی جارہی ہیں۔

حیدرآباد رزیڈنسی کے ایک عہدیدار تھامپسن نے ایک مراسلہ مورخہ ۱۶/ سپٹمبر ۱۹۳۴ء مہدی یار جنگ، صدرالمہام صیغہ سیاسیات حکومت حیدرآباد کے نام روانہ کیا جس کے ساتھ ریاست اندور کے وزیر اعظم کے مراسلہ مورخہ ۱۳ / اگسٹ ۱۹۳۴ء کی ایک نقل منسلک تھی۔ ریاست اندور کے وزیراعظم کا مراسلہ گورنرجنرل ہندوستان کے ایجنٹ کے نام تحریر کیا گیا تھا۔ تھامپسن نے اپنے مراسلہ کے آخر میں درخواست کی تھی کہ اگر کوئی اعتراض نہ ہوتو حکومت ریاست حیدرآباد کچھ ایسے اقدامات کرے جن کی وجہ سے گیریشنیشور مندر کے تحفظ کا یقین ہوجائے۔

رزیڈنسی کے عہدیدار تھامپسن کے مراسلہ کے ساتھ وزیر اعظم ریاست اندور کا جو مراسلہ منسلک تھا اس میں گیریشنیشور (Grishneshwar) مندر کے بارے میں تفصیلات درج کئے جانے کے ساتھ ہی ساتھ اس مندر کے تحفظ کے لئے درخواست بھی کی گئی تھی ۔ اس مراسلہ میں لکھا گیا تھا کہ ریاست حیدرآباد کے موضع ورول (ضلع اورنگ آباد) میں غار ہائے ایلورا کے بالکل نیچے مہارانی اہیلیابائی ہولکر کا تعمیر کردہ کنڈ موجود ہے ۔ اس کنڈ سے ربع میل کے فاصلے پر ایک مندر ہے جو گیریشنیشور مندر کے نام سے مشہور ہے ۔ اس مندر کو شیواجی کے آباو اجداد نے تعمیر کروایا تھا بعد ازاں مہارانی اہیلیابائی ہولکر کی جانب سے اس مندر کو نہ صرف مکمل طور پر دوبارہ تعمیر کروایا گیا بلکہ خوب صورت طریقہ سے اس مندر کی آرائش و زیبائش بھی کی گئی تھی ۔ جہاں تک تحفظ اور حفاظت کا معاملہ ہے یہ مندر اچھی حالت میں ہے لیکن کنڈ کے ایک جانب کے حروف مٹ گئے ہیں ۔ اس مندر کے پجاری نے مندر کے اندر چولھا بنالیا ہے اور چولھے کے دھویں نے قیمتی مزین چھت کو خراب کردیا ہے علاوہ ازیں مندر کے سامنے کے حصہ میں چاروں جانب جو ستون ہیں ان کے ایک حصہ پر صندل لگایا گیا ہے ۔ حکومت ریاست اندور بہت ممنون ہوگی اگر یہ واقعات حکومت ریاست حیدرآباد کے علم میں لائے جائیں اور اس حکومت تک ایسے اقدامات کرنے کے لئے حکومت اندور کی درخواست پہنچائی جائے جن سے مندر کا تحفظ یقینی ہوجائے ۔

رزیڈنسی کے عہدیدار تھامپسن کا مراسلہ صیغہ سیاسیات حکومت ریاست حیدرآباد میں وصول ہونے کے صرف چند روز بعد صیغہ سیاسیات کی جانب سے ایک مراسلہ مورخہ ۱۵ / سپتمبر ۱۹۳۴ء معتمد صیغہ امور مذہبی کے نام جاری کیا گیا جس میں ضروری کارروائی کرنے اور جلد جواب روانہ کرنے کی ہدایت دی گئی تھی ۔ صیغہ امور مذہبی میں اس کارروائی پر فوراً توجہ دی گئی ۔ چونکہ ایک قدیم مندر کے تحفظ کا معاملہ تھا اس لئے اس بارے میں ضروری کارروائی کرنے کے لئے صیغہ امور مذہبی کی جانب سے

سررشتہ آثار قدیمہ کو لکھا گیا ۔ کارروائی کا آغاز اور ابتدائی اقدامات کئے جانے کے بعد صیغہ امور مذہبی نے ایک مراسلہ مورخہ ۲۴ / اکتوبر ۱۹۳۴ء صیغہ سیاسیات کو روانہ کیا جس میں تحریر کیا گیا "اس بارے میں سررشتہ آثار قدیمہ کی جانب سے ضروری کارروائی کی جارہی ہے ۔ پجاری نے مندر میں جو چولھا بنالیا ہے اور دھویں سے عمارت کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کا انسداد کیا جائے گا ۔ بیان کیا گیا ہے کہ ستونوں کو صندل لگانے سے منبت کاری کا کام چھپ گیا ہے ۔ اس عمل کی نسبت دریافت کرنے کے بعد مناسب تجویز پیش کی جائے گی ، چونکہ اس مندر میں عمل پوجا وغیرہ جاری ہے ایسی حالت میں اس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ کوئی ایسی پابندی عائد نہ کی جائے جو مراسم دیول میں رکاوٹ کا باعث ہو ۔ مکمل کارروائی کے نتیجہ سے متعاقب اطلاع دی جائے گی ۔

ناظم سررشتہ آثار قدیمہ نے ضروری اقدامات کرنے کے بعد اس کی اطلاع صیغہ امور مذہبی کو روانہ کردی جس پر ناظم صیغہ امور مذہبی نے اپنے ایک مراسلہ مورخہ ۲۵ / نومبر ۱۹۳۴ء کے ذریعہ معتمد صیغہ سیاسیات کو اطلاع دی کہ ناظم آثار قدیمہ کے مطابق کنڈ کی مشرقی دیوار میں جو سرخ پتھر کا کتبہ نصب ہے اس کے حروف پتھر میں کندہ ہیں اور ان میں سنگ مرمر کے ٹکڑے نصب کے گئے ہیں ۔ یہ ٹکڑے کتبہ کی لوح کی کھلی جگہ نصب کے گئے تھے اور بارش کی وجہ سے بعض جگہوں سے گرپڑے ہیں لیکن حروف تاہم نمایاں ہیں اور کتبہ کے پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ۔ سررشتہ آثار قدیمہ اس کتبہ میں سنگ مرمر کے ٹکڑے دوبارہ نصب کرنے کا انتظام کر رہا ہے ۔ اس مراسلہ کے ذریعہ یہ اطلاع بھی دی گئی کہ پجاری نے مندر کے ایک حصہ میں جو چولھا بنالیا تھا اس کو اٹھوا دیا گیا ہے ۔ ان اطلاعات کے علاوہ مراسلہ میں یہ بھی تحریر کیا گیا کہ ستونوں کو صندل لگانے سے منبت کاری میں کوئی تغیر یا خرابی پیدا نہیں ہوئی ہے ۔ مورتیوں پر پانی چھڑکنا اور صندل و سیندور لگانا پرستش میں داخل ہے تاہم اس بارے میں پجاری کو ہدایت دے دی گئی ہے ۔

صیغہ سیاسیات کو مکمل کارروائی کی اطلاع ملنے پر نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام صیغہ سیاسیات نے تھامپسن کو اپنے ایک مراسلہ مورخہ ۵ / ڈسمبر ۱۹۳۴ء کے ساتھ صیغہ امور مذہبی کا مذکورہ بالا مراسلہ منسلک کرتے ہوئے لکھا کہ منسلک کردہ مراسلہ سے معلوم ہوجائے گا کہ گیریشنیشور مندر کے تحفظ کے سلسلہ میں حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے کیا ضروری اقدامات کئے گئے ہیں اس مراسلہ کے جواب میں تھامپسن نے اپنے مراسلہ مورخہ یکم فبروری ۱۹۳۵ء کے ذریعہ نواب مہدی یار جنگ کو اطلاع دی کہ حکومت ریاست اندور نے ان سے خواہش کی ہے وہ گیریشنیشور مندر کے تحفظ کے لئے کئے گئے اقدامات کے لئے حکومت اندور کا شکریہ حکومت ریاست حیدرآباد تک پہنچادیں ۔ صیغہ سیاسیات نے اپنے مراسلہ مورخہ ۹ / فبروری ۱۹۳۵ء کے ذریعہ تھامپسن کے مراسلہ کی نقل صیغہ امور مذہبی کو بطور اطلاع روانہ کردی ۔

اس کارروائی کی مندرجہ بالا تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ متذکرہ مندر اور کنڈ کے تحفظ سے متعلق یہ ساری کاروائی انتہائی تیزی کے ساتھ دوماہ بیس یوم کے اندر مکمل کرلی گئی تھی ۔ اس کارروائی کے لئے قانونی طور پر حکومت ریاست حیدرآباد پر کسی طرح کا کوئی لزوم عائد نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود اسے اخلاقی فریضہ اور حکومت کی ذمہ داری گردانتے ہوئے پایہ تکمیل کو پہنچایا گیا ۔ بادی النظر میں شیواجی کے نام سے اس مندر کی وابستگی کسی ذہنی تحفظ یا تعصب کے لئے گنجائش پیدا کرسکتی تھی لیکن اس قسم کی باتوں کو حاشیہ خیال کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا گیا اور انصاف ، مساوات اور رواداری کے جذبہ ہی کو پیش نظر رکھا گیا ۔ اس کارروائی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مندر اور کنڈ کے ارباب مجاز پجاری وغیرہ کو جو نہ صرف ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے بلکہ لائق احترام سمجھے جاتے ہیں اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنی لاپرواہی ، من مانی اور بد سلیقگی کے ذریعہ مندر اور کنڈ کی آرائش و زیبائش اور استحکام کو نقصان پہنچائیں ۔

ماخذ

File No. D/C66 of Political Secretary's Office

Group   Ecclesiatical

Instalment No. 11, List No. 3, Serial No. 226

Sub : - Preservation of the Grishneshwar temple situated below the Ellora Caves in the Hyderabad State.

حیدرآباد میں پانی کا مسئلہ پون صدی قبل

عظیم تر حیدرآباد آج پانی کی شدید ترین قلت کے مسئلہ سے دوچار ہے چار سو سال قبل بسایا ہوا یہ شہر پون صدی قبل بھی پانی کے مسئلہ سے دوچار تھا کیونکہ اس شہر کے بسائے جانے کے بعد تین سو سال سے بھی زیادہ مدت میں سربراہی آب کے جن وسائل اور سرچشموں کو ترقی دی گئی تھی وہ اس وقت ناکافی ثابت ہورہے تھے ۔ اس مضمون میں آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈز کی چھان بین کے بعد جو مواد حاصل ہوا ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ اس مسئلہ کو کس طرح اس زمانے میں جنگی سطح پر حل کیا گیا تھا ۔ مالیہ کی کمی اور فراہمی کے امور کو کبھی اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا گیا تھا ۔ یہی نہیں کہ اس وقت جو قلت تھی اسے دور کیا گیا بلکہ مستقبل کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ان ضروریات کی تکمیل بھی کردی گئی جسکی وجہ سے نہایت وافر مقدار میں پانی اس عظیم شہر کے شہریوں کو مستقبل میں بھی طویل مدت تک حاصل ہوتا رہا ۔ آرکائیوز کے اس ریکارڈ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ سابق ریاست حیدرآباد کے آخری حکمران آصف سابع نواب میر عثمان علی خان نے اس معاملہ میں راست شخصی دلچسپی لی تھی کیونکہ اس زمانہ میں ایک عرصہ تک صدر اعظم کا کوئی عہدہ نہیں تھا اور حکومت کے معاملات کی اعلیٰ سطح پر یکسوئی والئ ریاست کو ہی کرنی پڑتی تھی ۔ اس مواد سے یہ آگاہی بھی ہوتی ہے کہ شہریوں کی اس اہم ضرورت کا حکومت کو کس درجہ شدید احساس تھا اور اپنے زمانہ کے

اس سب سے بڑے پراجکٹ کو روبہ عمل لانے کے لئے ہر مرحلہ پر کس طرح بھرپور سنجیدگی، بہتر سے بہتر کارکردگی اور ممکنہ طور پر جلد از جلد پراجکٹ کو پورا کرنے کا ہر طرح خیال رکھا گیا تھا تاکہ شہریوں کو تکلیف نہ ہو ۔ آصف سابع کے دور حکومت کے پہلے دہے میں ہی اس پراجکٹ کی تکمیل کی وجہ سے حیدرآباد کے تعلق سے یہ بات چہار دانگ عالم برسوں مشہور رہی کہ حیدرآباد میں پانی وافر مقدار میں ملتا ہے اور حیدرآباد کا پانی صحت اور تندرستی کے لئے اپنا جواب نہیں رکھتا۔

حیدرآباد و سکندرآباد کو عثمان ساگر سے سربراہی آب کی اسکیم سے متعلق جو مواد آرکائیوز کے ریکارڈز میں موجود ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

حیدرآباد میں سپتمبر ۱۹۰۸ء کی قیامت خیز طغیانی کے بعد اس طغیانی کے اسباب اور آئندہ کے لئے اس کا سدباب کرنے کی غرض سے تجاویز پیش کرنے کے لئے میسور کے نامور انجینیر سروشویشوریا کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جنھوں نے اس ضمن میں دو ریزروایرز یعنی خزانہ ہائے آب عیسیٰ اور موسیٰ ندیوں پر تعمیر کرنے کی رائے دی تھی۔ اس رائے کی بنیاد پر آصف سادس نے بذریعہ فرمان مورخہ ۲۲ / صفر ۱۳۲۸ھ / ۵ / مارچ ۱۹۱۰ء ایک کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی منظوری عطا کی تھی ۔ اسی زمانہ میں حیدرآباد اور سکندرآباد کی آبرسانی کے انتظام کی حالت تشفی بخش نہیں تھی اور اسبارے میں مزید بے توجہی عوام کے لئے تکلیف دہ ہوسکتی تھی اس وقت حیدرآباد کو تالاب حسین ساگر اور تالاب میر عالم سے پانی سربراہ کیا جاتا تھا اور ان خزانوں میں دولاکھ بارہ ہزار نفوس کے لئے سربراہی آب کی گنجائش تھی جبکہ حیدرآباد کی آبادی ۵ لاکھ سے تجاوز کرچکی تھی اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پانی کی شدید قلت تھی اور اس قلت کو دور کرنے کی غرض سے فوراً کارروائی کرنا ضروری تھا ۔ چنانچہ اس امر کے مدنظر آصف سابع نے بذریعہ فرمان مورخہ ۲۹ / رجب ۱۳۳۰ھ ۱۵/ جولائی ۱۹۱۲ء یہ احکام صادر کئے کہ دو مجوزہ خزانہ ہائے آب میں سے خزانہ آب بررود موسیٰ کا کام پہلے شروع کیا جائے اور یہ اس طرح تیار ہو کہ

طغیانی روکنے کے علاوہ جسکی گنجائش سروشولیشوریا نے رکھی تھی آبرسانی کے لئے بھی موزوں ہو ۔سروشولیشوریانے بھی ڈریج بلدہ کی رپورٹ میں انتظام آبرسانی کی اصلاح کو نہایت ضروری قرار دیا تھا مگر ان کی مرتبہ رپورٹ میں آبرسانی کی مکمل اسکیم شریک نہ تھی لہذا بعد آزاں جب اسکو شریک کرنا ضروری سمجھا گیا تو ان کی تجاویز کے دائرہ کو وسیع کرنا پڑا ۔جب یہ بات تسلیم کرلی گئی کہ بلدہ حیدرآباد اور سکندرآباد میں آبرسانی کی اسکیم کی سخت ضرورت ہے تو یہ طے پایا کہ یہ اسکیم عثمان ساگر پراجکٹ سے مربوط کی جانی چاہیئے اور تالاب عثمان ساگر کو سربراہی آب کا خاص ذریعہ قرار دیا جانا چاہیئے ۔

چیف انجینیر کی سفارش پر آصف سابع کی منظوری سے ماہر آبرسانی مسٹر ارون Mr.Irwin کو ایک اسکیم مرتب کرنے کی غرض سے بیرون ریاست سے طلب کیا گیا۔ ارون نے ریاست حیدرآباد کے چیف انجینیر کے مشورہ سے ایک اسکیم مرتب کی جس کے تخمینہ مصارف ستاون لاکھ پینتیس ہزار روپے تھے ۔اس اسکیم کے بارے میں معتمد تعمیرات اور چیف انجینیر نے جس رائے کا اظہار کیا تھا وہ غیر تشفی بخش تھی اس لئے معین المہام فینانس نے ایک عرضداشت مورخہ ۲۰ / ربیع الثانی ۱۳۳۳ ھ م ۷ / مارچ ۱۹۱۵ء آصف سابع کی خدمت میں روانہ کی جس میں انھوں نے درخواست کی کہ عثمان ساگر سے بلدہ حیدرآباد سکندرآباد کو پانی پہنچانے کی اسکیم مرتبہ مسٹرارون کی نسبت معتمد تعمیرات وچیف انجینیر کو ضروری ہدایات دی جائیں ۔آصف سابع نے فوراً حسب ذیل احکام مورخہ ۹ / مارچ ۱۹۱۵ء صادر کیۓ ۔

" معین المہام فینانس کی رائے درست ہے ۔ ایسے امور بلاتعویق غیرضروری تصفیہ و احکام کے لئے پیش ہونا چاہیے ۔ پس عرضداشت کے آخر میں چھ امور جو بتائے گئے ہیں حسبہ احکام جاری کیۓ جائیں اور جہاں تک جلد ہوسکے عثمان ساگر سے آبرسانی کے پراجکٹ

کے متعلق قطعی آراء و تجاویز عرض کر کے منظوری

حاصل کی جائے ۔"

پانی کی سربراہی کے سلسلہ میں مسٹر ارون کی تجویز تھی کہ خزانہ عثمان ساگر سے تقریباً پندرہ میل سنگ بستہ اور پٹے ہوئے نالوں کے ذریعہ سے پانی لایا جائے اور پھر شہر میں پانی کی سربراہی کی جائے اس بارے میں معتمد تعمیرات نے تجویز پیش کی کہ کھلی نہروں کے ذریعہ ایک طرف تالاب میرعالم میں اور دوسری طرف تالاب حسین ساگر میں پانی مہیا کیا جائے اور ان تالابوں سے پانی کی سربراہی کی جائے نیز ان ہر دو تالابوں کی موجودہ قلت آب کی تلافی خزانہ عثمان ساگر سے کی جائیگی ۔ معتمد تعمیرات نے لکھا کہ اس انتظام سے کم از کم بیس لاکھ روپے کی بچت ہو سکیگی ۔ معتمد تعمیرات نے یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ مسٹر ارون کی مرتبہ اسکیم سے بلاشبہ زیادہ صاف و ستھرا پانی مہیا ہو سکیگا تحریر کیا کہ ان کی مذکورہ بالا تجویز کے مطابق جو پانی مہیا ہوگا وہ بھی کافی صاف رہیگا ان دونوں تالابوں کی معمولی وسعت ، اجتماع آب اور تمازت آفتاب کا اثر پانی کو ایسا صاف کر دے گا کہ وہ پینے کے قابل ہوسکے ۔ معتمد تعمیرات نے یہ بھی لکھا کہ فی الوقت سکندرآباد اور چادر گھاٹ کے لوگ حسین ساگر کا پانی استعمال کرتے ہیں اور جہاں تک ان کے علم میں ہے اس کے استعمال سے کوئی خراب نتائج ظہور میں نہیں آئے ۔ اس بارے میں کسی ماہر سے صلاح و مشورہ ضروری تھا چنانچہ اس سلسلہ میں مشورہ کی غرض سے کرنل کلیمشا ، سربرآوردہ ماہر حفظان صحت ، حکومت ہند کو حیدرآباد بلایا گیا ۔ انھوں نے تالاب حسین ساگر کا ایسا پانی استعمال کرنے کی سختی سے مخالفت کی جو کھلی نہر سے مہیا کیا جاتا ہو ۔ کرنل موصوف نے یہ بھی کہا کہ ان دنوں ہر شہر اس امر کی کوشش کر رہا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو صاف سے صاف پانی مہیا کیا جائے ۔ ایسی صورت میں یہ بات افسوس ناک ہوگی کہ حیدرآباد نہایت صاف پانی کے بغیر قناعت کرے ۔

انھوں نے یہ بھی لکھا کہ معتمد تعمیرات کا یہ خیال غالباً درست ہے کہ حسین ساگر کا پانی معمولی طور پر تمازت آفتاب کے اثر سے صاف اور ستھرا ہو رہا ہے مگر مطلع کے ابر آلود رہنے پر یا موسم برسات میں یہ صفائی نہیں ہوتی اور یہی وہ زمانہ ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ مضر اجزاء پانی میں پیدا ہوتے ہیں خود تالاب میں مختلف سمتوں سے پانی آتا ہے اور تالاب کے پانی میں شامل ہونے سے قبل جہاں جہاں سے گزرتا ہے وہاں کی کثافت اس میں لازمی طور پر داخل ہو جاتی ہے ۔ معین المہام فینانس نے سربراہی آب کی اسکیم کے بارے میں مذکورہ بالا تجاویز کو یک عرضداشت مورخہ ۸ / نومبر ۱۹۱۵ء میں درج کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس اسکیم پر کثیر رقم صرف ہونے والی ہے تو بلدہ حیدرآباد کے لئے نہایت صاف پانی مہیا نہ کرنا ایک غلطی ہوگی ۔ سربراہی آب کے لئے مسٹر ارون کی اسکیم اور کرنل کلیمشا کی تجاویز کی تائید کرتے ہوئے مسٹر ارون کی مرتبہ اسکیم رقمی ستاون لاکھ پینتیس ہزار کو منظوری عطا کرنے کی درخواست کرتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ اس کام کی برآورد ساٹھ لاکھ تک بڑھا دی جائے تاکہ جنگ کی وجہ سے اشیاء کا جو نرخ بڑھ گیا ہے اسکی گنجائش نکل سکے اس کے علاوہ انھوں نے اسبات کے لئے منظوری مانگی کہ اگر وہ (معین المہام فینانس) مناسب سمجھیں تو اس کام کے اثناء میں کسی وقت کنسلٹنگ انجینیر کو طلب کرلیں ۔ اس اہم عرضداشت کو آصف سابع کی خدمت میں روانہ کرنے کے صرف تین چار روز بعد حسب ذیل فرمان مورخہ ۳ / محرم ۱۳۳۴ھ / ۱۱ / نومبر ۱۹۱۵ء صادر ہوا ۔

"معین المہام فینانس کی رائے بالکل مناسب ہے ۔ کرنل کلیمشا کی رائے کے مطابق عثمان ساگر کا پانی حیدرآباد اور سکندرآباد کو پختہ ، سنگ بستہ اور پٹے ہوئے نالوں سے پہونچایا جائے تاکہ اس پانی میں باہر کی غلاظت جہاں تک ہوسکے شامل نہ ہونے پائے ۔ حسب مسٹر ارون کی اسکیم منظور کی جائے اور اس کی برآورد (تخمینہ مصارف) کی رقم ستاون لاکھ پینتیس ہزار کے عوض (موجودہ جنگ کے لحاظ سے) ساٹھ

لاکھ منظور کی جائے ۔ اس اسکیم کو پورا کرنے میں اگر کسی وقت کنسلٹنگ انجینیر کو باہر سے طلب کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو معین المہام فینانس کو اجازت دی جائے کہ ایسے انجینیروں کو وہ وقتاً فوقتاً طلب کرسکتے ہیں جسکی فیس علاوہ اخراجات سفر کے تین ہزار سے زائد نہ ہوگی ۔"

آبرسانی کے جن ماہرین کو صلاح و مشورہ کی غرض سے بیرون ریاست سے طلب کیا گیا تھا انھیں بڑی بڑی رقمیں ادا کی گئیں مسٹر ارون آغاز جنگ پر یورپ روانہ ہو گئے تھے اس لئے اس کام کی انجام دہی مسٹر اسٹون برج کے سپرد ہوئی ۔ کار مذکور میں اہم ترین کام نہر سنگ بستہ کی تعمیر تھی جس کا ٹھیکہ مسرز پلاو اینڈ کمپنی کو دیا گیا تھا اور مدت تکمیل کار تیس ماہ رکھی گئی تھی اس کام کا آغاز ۱۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو ہوا اور ۸ مئی ۱۹۲۱ء کو مکمل ہوا منظورہ تجویز یہ تھی کہ چھہتر لاکھ گیلن یومیہ کی مقدار کے سلو سینڈ فلٹرس Slow Sand Filters تعمیر کئے جائیں لیکن چیف انجینیر اور کرنل کیٹنگ کے مشورہ سے ان میں تبدیلی کرکے پیٹرسن گراویٹی فلٹرس (Paterson Gravity Filters) تعمیر کئے گئے ۔ یہ فلٹرس ایک کروڑ گیلن یومیہ مقدار کی مناسبت سے تعمیر کئے گئے تھے اور دو کروڑ گیلن یومیہ تک کی توسیع کی گنجائش رکھی گئی ۔

مسٹر ارون کے قائم مقام مسٹر اسٹون برج کی بدانتظامی سے کام میں تاخیر ہوئی اور اس اسکیم پر زائد مصارف ہوئے انھوں نے قواعد و ضوابط کی پابندی کا کوئی لحاظ نہیں رکھا مسٹر اسٹون برج کی کثیر بے ضابطگیوں کی وجہ سے منظور شدہ رقم سے تقریباً پچاس فیصد زیادہ رقم صرف ہوئی حسابات کی مکمل جانچ پڑتال کے بعد مرمنہ برآورد مرتب کی گئی جسکی رقم نواسی لاکھ سینتیس ہزار آٹھ سو دس روپئے تھی جبکہ منظورہ رقم ساٹھ لاکھ روپیہ تھی اس طرح انتیس لاکھ سینتیس ہزار آٹھ سو دس روپیے زائد خرچ کئے گئے چیف انجینیر نے لکھا کہ چونکہ اسٹون برج اپنے عمل کی جوابدہی کے لئے یہاں موجود نہیں ہیں اس لئے جو زائد خرچ عائد ہو چکا ہے تکمیل ضابطہ کے لئے اس کی منظوری

ضروری ہے ۔ سررشتہ فینانس نے چیف انجینیر کی رائے سے اتفاق کیا ۔ منصرم صدراعظم نے عرضداشت مورخہ ۲۴ / ذیعقدہ ۱۳۴۱ م ۹ / جولائی ۱۹۲۳ میں کام کے مختلف مرحلوں کی تفصیل درج کرتے ہوئے لکھا کہ انھیں سررشتہ فینانس کی رائے سے اتفاق ہے کہ مرمہ برآورد رقمی نواسی لاکھ سینتیس ہزار آٹھ سو دس روپے منظور فرمائے جائیں تاکہ رقم منظورہ سے جو زائد اخراجات لاحق ہوئے ہیں ان کا تصفیہ ہوسکے اور جو کام رقم نہ ہونے کی وجہ ملتوی ہیں ان کی تکمیل کرکے اسکیم آبرسانی کو منظورہ تجاویز کی حدتک مکمل کردیا جائے ۔ اس عرضداشت پر آصف سابع کے حسب ذیل احکام صادر ہوئے ۔

" صدراعظم کی رائے کے مطابق اسکیم آب رسانی کی مرمہ برآورد رقمی نواسی لاکھ سینتیس ہزار آٹھ سو دس روپیہ منظور کی جائے ۔ "

ماخذ

Instalment No. 79, List No. 3, Serial No. 356

مقدمہ :۔ اسکیم جدید سربراہی آب حیدرآباد و سکندرآباد

پچاس سال قبل حیدرآباد میں اسٹوڈنٹس کنونشن کا پہلا سشن

پچاس سال قبل نومبر ۱۹۴۳ء میں آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن کا پہلا سشن شہر حیدرآباد میں منعقد ہوا تھا ۔ اس سشن کے بارے میں آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز سے اہم راز کا مواد دستیاب ہوا ہے جس میں سشن کی تفصیلی روائداد پر مبنی راز کی رپورٹ بھی شامل ہے ۔ اس سے ایک سال قبل بھی اس یونین کے کنونشن کا ۱۱/ دسمبر ۱۹۴۲ء کو انعقاد عمل میں آچکا تھا لیکن اس میں شرکاء کی تعداد کم تھی ۔ صدر استقبالیہ کے شریک نہ ہونے کی وجہ سے خطبہ استقبالیہ اور صدارت ملتوی کر دئے گئے تھے اس کے علاوہ ریاست کی کوئی اہم اور ممتاز شخصیت اس میں شریک نہیں تھی غالباً یہی وجہ تھی کہ نومبر ۱۹۴۳ء میں منعقد ہونے والے سشن کو آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن کا پہلا سشن کہا گیا ۔ آرکائیوز سے دستیاب شدہ مواد کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ پچاس سال قبل حیدرآباد کے باشعور نوجوان کن رجحانات کے حامل تھے ۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے حیدرآباد میں نئی نسل کے دل و دماغ پر اثر انداز ہونے والی شخصیتیں کونسی تھیں ، اس زمانے کے حالات کیا تھے اور ان کی جانب طلبہ اور نوجوانوں کا رویہ کیا تھا ؟ اس بات سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ تعلیم یافتہ اور زیر تعلیم نئی نسل پر بائیں بازو کے خیالات کی چھاپ گہری تھی جو چند سال بعد نمایاں طور پر کم ہو گئی ۔ اس کے علاوہ حکومت وقت کی جانب سے تحریر و تقریر کی آزادیوں اور دیگر بنیادی حقوق پر جس قسم کی تحدیدات اس زمانے میں موجود تھیں

اس پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔

آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن کے پہلے سشن کے راز کی رپورٹ جسے اس وقت کے کوتوال بلدہ حیدرآباد رحمت یار جنگ نے معتمد تعلیمات و امور عامہ کو پیش کی تھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس سے نہ صرف سہ روزہ سشن کی تفصیلات منظر عام پر آتی ہیں بلکہ حیدرآباد میں طلبہ کی ابتدائی یونین سرگرمیوں کا ایک واضح خاکہ بھی ابھرتا ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ طلبہ کی سرگرمیوں سے حیدرآباد کی چند نامور شخصیتوں کی دلچسپی اور وابستگی کا بھی پتہ چلتا ہے جن میں سے اکثر ملک گیر یا بین الاقوامی شہرت کی حامل ہیں جیسے سروجنی نائیڈو ، پدمجانائیڈو ، قاضی عبدالغفار ، ڈاکٹر سید عبداللطیف ، ڈاکٹر ایشور ناتھ ٹوپا ، علی اختر ، اکبر وفاقانی ، مخدوم محی الدین ، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ ، صاحبزادہ میکش اور سلیمان اریب وغیرہ ۔

کوتوال بلدہ حیدرآباد کے راز کی رپورٹ کے مطابق سشن کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں ۔

آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن کا پہلا سشن ، آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام خانگی طور پر ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ / نومبر ۱۹۴۳ء کو منعقد ہوا ۔ تقریباً تین ہزار طلبہ اور دیگر افراد کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے لیکن شرکت کرنے والوں کی تعداد حوصلہ افزاء نہیں تھی اور کسی بھی نشت میں چار سو سے زیادہ طلبہ موجود نہیں تھے یہ سشن حسب ذیل پروگرام پر مشتمل تھا ۔

۱۔ اصل اجلاس (Proper Session) بصدارت قاضی عبدالغفار ایڈیٹر پیام

۲۔ مشاعرہ زیر صدارت سید محمد اکبر وفاقانی

۳۔ کلچرل کانفرس ۔ سشن کی آخری نشت بصدارت ڈاکٹر سید عبداللطیف

اصل اجلاس (Proper Session) کا آغاز سینٹ جارجس جمنازیم میں ۱۲ / نومبر کو ۹ بجے صبح پرچم کشائی کی تقریب سے ہوا ۔ مس پدمجانائیڈو نے ایک بڑا سرخ

پرچم سابق طلبہ کے اجتماع میں لہرایا جس پر آزادی ، امن اور ترقی کے الفاظ تحریر تھے ۔ پرچم کشائی کے بعد مس پدمجا نائیڈو نے مختصر تقریر کی جس میں انھوں نے طلبہ سے اپنے آپ کو اس رول کے لئے تیار کرنے کے لئے کہا جو انھیں مستقبل میں ادا کرنا ہے ۔ انھوں نے موجودہ نازک دور میں دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے باخبر رہنے کی تاکید کی لیکن عملی سیاست میں داخل نہ ہونے کا مشورہ دیا ۔ اس کے بعد مسز سروجنی نائیڈو کا پیام پڑھ کر سنایا گیا ۔ مسز سروجنی نائیڈو نے اپنے پیام میں اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ وہ امور جو طلبہ سے متعلق ہیں ان کے علاوہ ایسے بھی امور جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں مثلاً غذائی مسئلہ وغیرہ اس سشن کے پروگرام میں شامل کے گئے ہیں اپنے پیام کے آخر میں انھوں نے طلبہ کو ان کے مختلف فرائض کی جانب ان الفاظ میں توجہ دلائی ۔ اگرچہ طلبہ کی پہلی ترجیح یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ تعلیم کے لئے وقف کر دیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی تعلیم کے ایک جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے کہ طلبہ دنیا کی تاریخ پر اثر انداز ہونے والی تحریکوں میں بھی اپنی ذہانت کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ وسیع تر دلچسپی لیں اور ترقی کے متعلق تمام عصری خیالات و نظریات سے بھی آگاہ رہیں ۔ ریاست حیدرآباد کے نوجوانوں کا وقت او. حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ مشن یہ بھی ہوگا کہ وہ ریاست کے تمام طبقات میں جو ریاست کے جزو لانیفک ہیں اتحاد اور اشتراک باہم کو فروغ دیں ۔

کوکب دری ، ایل ۔ ایل ۔ بی کے طالب علم اور صدر نشین استقبالیہ کمیٹی نے ایک طویل خطبہ استقبالیہ پڑھا جس میں انھوں نے وہ تمام باتیں کہیں جو کہ کمیونسٹ طلبہ جلسہ عام کو مخاطب کرنے کا موقع ملنے پر بیان کرتے ہیں مثلاً فسطائیت کی مخالفت ہندوستان کے خلاف جاپانی جارحیت کی مزاحمت ، کانگریس اور مسلم لیگ میں مفاہمت کی حمایت ، قومی حکومت کا قیام ، خوارک کے مسئلہ کا حل وغیرہ ۔ اپنے خطبہ کے آخر میں کوکب دری نے حیدرآباد کے تعلیمی نظام پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ نظام

صرف دفتر کے اہلکار پیدا کر رہا ہے اس سے اچھے محب وطن شہری پیدا نہیں ہو رہے ہیں جو کہ قوم کے لئے اثاثہ ہوتے ہیں۔

قاضی عبدالغفار ایڈیٹر اخبار پیام کے مختصر صدارتی خطبہ کی نوعیت کم و بیش پدرانہ نصیحت کی تھی جس میں طلبہ کو کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا چاہیئے کی ہدایت دی گئی تھی۔ انھوں نے طلبہ کو مشورہ دیا کہ وہ پہلے اپنی پڑھائی کی جانب توجہ دیں اور اس کے بعد بچے ہوئے وقت کو تعلیم کی اشاعت اور دیہی یا تعمیری کاموں کے لئے صرف کریں انھوں نے کہا کہ طلبہ کو یقیناً سیاسیات کا مطالعہ کرنا چاہیئے لیکن سیاست میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے کے خلاف انھوں نے سخت انتباہ دیا اور کہا کہ طلبہ اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں۔ آخر میں انھوں نے طلبہ کو غیر دوراندیش سیاسی قائدین سے جو طلبہ کی قوت اور جوش و جذبہ کا استحصال کر کے اپنے مقاصد کے لئے انھیں استعمال کرتے ہیں بچنے اور ان کا شکار نہ ہونے کا مشورہ دیا۔

اس کے بعد اورنگ آباد، ناندیڑ، پربھنی، ورنگل اور کھم میٹ کے نمائندوں نے اپنی اپنی شاخوں کی سالانہ رپوٹیں پڑھیں۔ ان رپورٹوں کی پیش کشی کے بعد راج بہادر گوڑ، صدر کامریڈ اسوسی ایشن اور آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس یونین کے سرکردہ کارکن نے مرکزی یونین کی سالانہ رپورٹ سنائی۔ راج بہادر گوڑ نے اپنے خطبہ کی ابتداء میں ان حالات کا تفصیل سے جائزہ لیا جن کی وجہ سے یونین کی تشکیل عمل میں آئی تھی اس کے بعد انھوں نے یونین کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ اسٹوڈنٹس یونین نے اتحاد اور عمل کا پیام دیتے ہوئے طلبہ برادری کے جمود کو توڑا اور طلبہ کو ان کے اہم حقوق اور فرائض کا احساس دلایا اس کے علاوہ یونین نے طلبہ کو اپنے مسائل سے خود نمٹنے اور مشکلات میں ٹھوس بنیادوں پر متحد اور منظم ہونے پر زور دیا۔ مختصر یہ کہ آزادی، امن اور ترقی کے پرچم تلے یونین نے حیدرآباد کی طلبہ برادری کو ایک مرکز پر مجتمع کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔ اس کے بعد راج بہادر گوڑ نے اضلاع

میں قائم کی گئی شاخوں کے بارے میں تفصیلات بتائیں ۔ مرکزی یونین کی جانب سے طلبہ کی شکایات دور کرنے کے لئے جو اقدامات کے گئے تھے اس پر بھی انھوں نے روشنی ڈالی ۔ بعد ازاں انھوں نے یونین کی دیگر سرگرمیوں جیسے کتب خانوں ، مطالعہ گھروں اور فرسٹ ایڈ جماعتوں کے انعقاد کی تفصیلات بھی پیش کیں ۔ راج بہادر گوڑنے بتایا کہ یونین کی سرگرمیوں میں سب سے اہم سرگرمی دیواری اخبار کا اجراء ہے ۔ اس اخبار کے اجراء کا مقصد یونین کی سرگرمیوں کی تفصیلات شائع کرنے کے علاوہ موجودہ سیاسی معاشی ، سائنسی اور سماجی مسائل کو مختصراور سریع الفہم انداز میں طلبہ کی معلومات کے لئے پیش کرنا ہے ۔ انھوں نے کہا کہ یونین کے اراکین کو چاہیئے کہ وہ یونین کی سرگرمیوں کے تعلق سے جو بھی رائے دینا چاہتے ہوں یا تنقید کرنا چاہتے ہوں دیواری اخبار پر تحریر کر دیں ۔

اس کے بعد صبح کی نشست اختتام کو پہنچی ۔ سہ پہر کی نشت میں حسب ذیل چار قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں ۔

۱ ۔ پہلی قرار داد میں طلبہ سے آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس یونین میں شامل ہونے پر زور دیتے ہوئے کہا گیا کہ یہ ایک غیر سیاسی اور ایک غیر طبقاتی جماعت ہے اور جو طلبہ کے حقوق کے لئے جدوجہد کر رہی ہے ۔

۲ ۔ دوسری قرار دار میں طلبہ سے اپنے اپنے مدرسوں میں یونین تشکیل دینے کی اپیل کی گئی اور ارباب ذمہ دار سے درخواست کی گئی کہ وہ یونین تشکیل دینے کے طلبہ کے حق کو تسلیم کریں ۔

۳ ۔ تیسری قرار داد میں جامعہ عثمانیہ کے ناقص نتائج پر احتجاج کرتے ہوئے جامعہ کے تمام امتحانات کو سال میں دو مرتبہ منعقد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ۔

۴ ۔ چوتھی قرار داد میں جامعہ عثمانیہ کے طلبہ کے بارے میں ضابطہ اخلاق کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ۔

۱۳ / نومبر کو ریڈی ہاسٹل میں مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا جس کی صدرات اکبر وفاقانی نے کی اس مشاعرہ میں مخدوم محی الدین، علی اختر، کامریڈ سلیمان (سلیمان اریب) ، صاحبزادہ محمد علی خان میکش اور دوسرے شعراء نے کلام سنایا۔

تیسری اور آخری نشت ۱۴ / نومبر کو ریڈی ہاسٹل میں منعقد ہوئی جسکی صدارت ڈاکٹر سید عبداللطیف نے کی۔حاضرین کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ڈاکٹر ایشور ناتھ ٹوپا، لیکچرر عثمانیہ یونیورسٹی نے ہندوستانی تہذیب کے عنوان پر تقریر کی۔اس نشست میں یہی ایک تقریر ہوئی۔مقرر نے ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا۔انھوں نے کہا کہ ہندو مسلم مسئلہ موجودہ دور کے خود غرض قائدین کے دماغ کی اختراع ہے۔اگر یہ کوئی بنیادی سوال ہوتا تو اس وقت ہی اٹھتا جبکہ ہندوستان پر مسلمان حکمران تھے اور ان کی رعایا میں ہندو اکثریت میں تھے۔مقرر نے پاکستان کے مطالبہ کا بھی حوالہ دیا۔انھوں نے اس مطالبہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے تمام مسلمان اور ہندو تہذیبی اکائیاں نہیں ہیں کہ ان کے لئے علحدہ ہندوستان اور پاکستان بنایا جائے۔ڈاکٹر سید عبداللطیف نے اپنے صدارتی کلمات میں پاکستان کے تعلق سے ڈاکٹر ٹوپا کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر لطیف کی پاکستان اسکیم کا مقصد ہندوستان کے حصے بخرے کرنا نہیں ہے اس طرح ڈاکٹر ٹوپا کے اعتراضات بے بنیاد ہیں۔رپورٹ کے آخر میں کوتوال بلدہ حیدرآباد نے لکھا کہ یہ بات تعجب خیز تھی کہ سامعین کی اکثریت نے پاکستان کے تعلق سے ڈاکٹر ٹوپا کے نقطہ نظر کی تائید کی حالانکہ سامعین میں بیشتر کیمونسٹ تھے اور کیمونسٹوں نے مختلف دیگر موقعوں پر مطالبہ پاکستان کی تائید کا موقف اختیا کیا تھا۔

کوتوال بلدہ حیدرآباد کی مذکورہ بالا راز کی رپورٹ وصول ہونے پر حکومت کی جانب سے جو کاروائی کی گئی تھی اس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

علی یاور جنگ معتمد تعلیمات نے ایک راز کا مراسلہ مورخہ ۳۰ / ڈسمبر ۱۹۴۳ء

سید محمد اعظم ناظم تعلیمات کو روانہ کیا جس میں انھوں نے آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن نام کی تنظیم کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی خواہش کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دریافت کیا کہ آیا اس تنظیم کو مسلمہ حیثیت حاصل ہے اور کیا محکمہ تعلیمات کے اسٹاف کو اس تنظیم کی سرگرمیوں میں شرکت اور جلسوں کو مخاطب کرنے کی اجازت حاصل ہے؟

سید محمد اعظم ناظم تعلیمات نے اپنے مراسلہ مورخہ ۳/ جنوری ۱۹۴۴ میں جواباً تحریر کیا کہ ان کے ہاں آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن کے بارے میں کوئی معلومات موجود نہیں ہیں لیکن یہ آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس یونین ہی ہے تو اس کی ناپسندیدہ سرگرمیوں کے بارے میں کافی معلومات دستیاب ہیں۔اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے ایک سابقہ مراسلہ کا حوالہ دیا اور طلبہ کو سیاسی سرگرمیوں سے باز رکھنے کے لئے جو سرکیولر نظامت تعلیمات کی جانب سے جاری کیا گیا تھا اس کی ایک نقل اپنے مراسلہ کے ساتھ منسلک کی اور یہ لکھا کہ محکمہ تعلیمات کے اساتذہ اور عہدیدار اس تنظیم کی سرگرمیوں میں نہ تو حصہ لے سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے جلسوں سے خطاب کرسکتے ہیں

علی یاور جنگ معتمد تعلیمات نے ایک اور راز کا مراسلہ مورخہ ۲۳/ مارچ ۱۹۴۴ء قاضی محمد حسین پرووائس چانسلر جامعہ عثمانیہ کو لکھا جس میں انھوں نے تحریر کیا کہ حیدرآباد میں طلبہ کی چند غیر مسلمہ اور قابل اعتراض تنظیمیں موجود ہیں جیسے آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن ۔اس محکمہ کو مصدقہ حلقوں سے ملنے والی رپورٹوں سے اس بات کا علم ہوا ہے کہ آپ کے ایک اسٹاف ممبر ڈاکٹر ٹوپا نے حال ہی میں آل حیدرآباد اسٹوڈنٹس کنونشن کے ایک جلسہ میں شرکت کی تھی چونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے اس لئے مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں آپ سے اس بات کی درخواست کروں کہ آپ ڈاکٹر ٹوپا سے ذاتی طور پر یہ بات کہیں اور کسی میٹنگ میں دیگر اسٹاف ممبران سے بھی کہدیں۔اس بارے میں سرکیولر جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قاضی محمد حسین پرووائس چانسلر نے اپنے جوابی مراسلہ مورخہ ۲۹/ مارچ ۱۹۴۴ء میں یہ اطلاع دی کہ اس بارے میں وہ ڈاکٹر ٹوپا سے گفتگو کر چکے ہیں اور اس گفتگو کے دوران انھیں ڈاکٹر ٹوپا نے بتایا کہ تقریباً دو ماہ قبل چند طلبہ تین بار ان کے پاس یہ درخواست لے کر آئے تھے کہ وہ کسی بھی موضوع پر سالانہ میٹنگ میں تقریر کریں۔ انھوں نے طلبہ سے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ ان کی اسوسی ایشن کونسی ہے اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں۔ وہ آئندہ احتیاط برتیں گے۔ پرووائس چانسلر نے یہ بھی لکھا کہ چونکہ اس وقت جامعہ میں امتحانات ہو رہے ہیں اس لئے اسٹاف ممبران کی میٹنگ طلب کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ بعد میں جب موقع ملے گا تو اسٹاف کو اس بارے میں مطلع کر دیا جائے گا۔

ماخذ

Confidential File No. 3 / S & C / 53 of 1353 F of Judicial, Police and General Secretariat Hyderabad Deccan

مقدمہ۔ نسبت کنونشن طلباء حیدرآباد

اسناد کے عکس

کنگ کوٹھی

۱۵۸۷

حکم
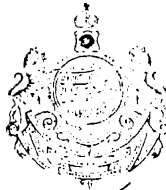
بملاحظہ:- عرضداشت صیغہ فینانس معروضہ ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ جو شمس العلماء عزیز جنگ بہادر کی درخواست کی نسبت ہے۔

حکم:- عزیز جنگ بہادر کے نام تاحیات خاص طور سے دوسو پچاس روپیہ ماہانہ کا الونس غرۂ محرم سنہ ۱۳۳۲ سے جاری کیا جائے اور انکے تصانیف کثیرہ کے قدردانی کے طور پر یہ بھی مزید رعایت ہونا مین مناسب سمجھتا ہون کہ عزیز جنگ بہادر کے ایک فرزند کے نام جو وظیفہ تعلیمی ۵۰ ماہانہ کا جاری ہے اوسکی مدت ختم ہوئے بعد وہ انکے چھوٹے فرزند رکن الدین احمد کے نام (۲۱) سالہ عمر تک جاری کردیا جائے۔

۸ ربیع الثانی شریف سنہ ۱۳۳۲ - یکشنبہ

بملا
انڈیا
حکم
ساڑ
ع
ہی د ۳
۵۰

کنگ کوٹھی

مدار المہام سالار جنگ بہادر

میرے اتالیقی کی الونس کی نسبت عماد الملک بہادر کی درخواست کے متعلق تمہاری اور فریدون جنگ بہادر کی رائے معروضہ امروز منظور ہے چنانچہ عماد الملک بہادر کو یکمشت رقم پندرہ ہزار روپیہ خزانہ عامرہ سے دلوائی جائے۔ حکم

۲۱م صفر المظفر ۱۳۲۱ ہجری ۔ چہارشنبہ

به بارگاه خداوندی

عرض پرداز ہے کہ   بعد ادب

۵۵ سال کی عمر ہوتے ہی فدوی نے یہ عرض کیا تھا کہ عہدہ کے فرائض سے سبکدوش ہوکر آرام پانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تو بعید از پرورش نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک عمر کے بعد صحت کو قایم رکھنے کیلئے انسان کو آرام اور بیفکری کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اوسوقت اجازت نہیں ملی اور بہ تعمیل حکم سرکار فدوی اب تک کارگذار رہا۔

سرکار نے بکمال نوازش فدوی کی ناچیز خدمات کی قدر افزائی فرماتے ہوئے مسلسل تین سال تک توسیع منظور فرمائی۔ اور اسقدر افزائی کا فدوی جان و دل سے مشکور ہے۔

اب فدوی کی عمر قریب ۵۸ سال کی ہوچکی ہے جسمانی اور دماغی قوتوں میں فرق محسوس ہوتا جاتا ہے۔ اور بحالات زمانہ کے لحاظ سے دل میں یہ خواہش بڑھتی جاتی ہے کہ گوشہ تنہائی میں علمی مشاغل میں مصروف رہکر بقول حافظ یہ کہوں کہ

نہادہ ایم بار جہان بر دل ضعیف
این کار و بار بستہ بیکسو نہادہ ایم

پس اگر سرکار والا کی عنایت و نوازش سے اپنی اس امید میں کامیاب ہوجاؤں اور خورداد ۱۳۵۳ ف سے جبکہ مدت توسیع ختم ہوتی ہے۔ اسقدر وظیفہ پر جسکا از روئے قاعدہ مستحق قرار پاؤں۔ خدمت سے علحدہ ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تو یہ سمجھونگا کہ سرکار کی اس رعایت سے (جسکو میرا دل کبھی نہیں بھول سکتا) میری عمر طبعی میں توسیع ہوئی۔

زیادہ حد ادب۔

۳۰ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ

فدوی نے صدر اعظم صاحب کو بھی لکھدیا ہے نقلیں

نقل مطابق اصل

فرمان

بملاحظۂ: — عرضداشت صیغۂ عدالت و امور عامہ معروضہ ۷ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ جو مصنف "رباعیات عمر خیام با تصویر" عبدالرحمن چغتائی کی امداد کی نسبت ہے۔

حکم: — کونسل کی رائے کے مطابق عبدالرحمن چغتائی کو منظورہ رقم پانچہزار روپیہ ایصال کردی جائے اور اون کے (۶۴) تصاویر کا کامل سٹ پندرہ ہزار روپیہ کلدار میں خرید کرلیا جائے۔

۲۱۔ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

فرمان

بملاحظہ :- عرضداشت صیغہ فینانس معروضہ ۹۔ ربیع الاول شریف ۱۳۵۱ھ جو صدر محاسبی کے صیغہ دار رشا عرامجد کو وظیفہ دینے کی نسبت ہے۔

حکم :- کونسل کی رائے کے مطابق شاعرامجد کو نصف تنخواہ کا وظیفہ دیا جائے۔

۴۔ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ

حکم

بملاحظۂ :- عرضداشت صیغۂ فینانس معروضہ ۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ جسمین گوکھلے موریل اسکالرشپ (تیس روپیہ) ماہانہ ہائی اسکول لیونگ سرٹفکیٹ حاصل کئے ہوئے بہترین طالب علم کو کن شروط سے دینا چاہئے اوسکے نسبت کمیٹی وظائف تعلیمی کے تجاویز برائے منظوری گزرانے گئے ہین۔

حکم :- گوکھلے موریل اسکالرشپ کے نسبت کمیٹی وظائف تعلیمی کے تجاویز معین المہام فینانس کی رائے کے مطابق منظور کئے جاتے ہین۔ حسبہ اس سال ہی ایک وظیفۂ تعلیمی دیا جائے۔

۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ۔ چہارشنبہ

کنگ کوٹھی

حکم

ملاحظہ :- عرضداشت صیغہ فینانس معروضہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ جو بنگلور کے انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس کو چندہ دینے کے نسبت ہے ۔

حکم :- معین المہام فینانس کی رائے مناسب ہے حسبہ بنگلور کے انڈین انسٹیٹوٹ آف سائنس کو جہاں اسوقت حیدرآباد کے طلبہ تعلیم پا رہے ہیں تین سال تک ہماری گورنمنٹ کیطرف سے دس ہزار روپیہ سالانہ چندہ دیا جائے (غالبًا دس ہزار روپیہ کلدار مراد ہے) ۔

۲۵ ۔ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ ۔ پنجشنبہ

۲۶۴

فرمان

عرضداشت شیغہ سیاسیات مورخہ ۶۔ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۵ھ جو نیگلور سے

خلاصہ :۔ انڈین اکاڈمی آف سائنس کی امداد کی نسبت ہے ۔

حکم :۔ کونسل کی رائے کے مطابق اس اکاڈمی آف سائنس کو ہماری اسٹیٹ کی جانب سے دو ہزار روپیہ (۲ عسہ روپے کلدار) سالانہ چندہ دیا جائے (شرح دستخط مبارک)

۲۹ ۔ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۵۵ھ

نقل مطابق اصل

فرمان

بملاحظہ :- عرضداشت صیغۂ تعلیمات معروضۂ ۲۵۔ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۳ھ جو تلگو اکاڈمی کے امداد کی نسبت ہے

حکم :- کونسل کی رائے کے مطابق اس ادارہ کو للعہ ۴۰۰۰ غیر متوالی اور للعہ ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ متوالی بشروطِ مُبینہ عرضداشت دئے جائیں۔ [signature]

۶۔ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۳ھ

فرمان

بملاحظہ :- عرضداشت صیغۂ امور مذہبی معروضۂ ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۳ھ جو سمستان کولاس سے متعلقہ دیول اننت گیری کی معاش (للعہ ۴/۸/۴۹۲۵) سالانہ کی نسبت ہے۔

حکم :- کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ معاش دیول کے نام جاری کی جائے۔ [signature]

۲۔ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۳ھ

۲۱۷

فرمان

بملاحظہ: — عرضداشت صیغہ فینانس معروضہ ۲۷- ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۵۲ء جو اہل ہنود کو جاترا اُن کے لئے چھ ماہ رخصت مع تنخواہ پیشگی دینے کی نسبت ضابطہ ملازمت میں ترمیم کرنے کے متعلق ہے۔

حکم: — کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ تحریک منظور کی جائے۔ [signature]

۱۶ ربیع الثانی شریف سنہ ۱۳۵۲ھ

No.566-P.
F.714/34.

1st Feb. ~~January~~ 1935.

My dear Nawab Sahib,

With reference to the correspondence ending with your letter No.2806, dated 5th December 1934, on the above subject, the Government of Indore wish to convey their thanks to H.E.H. the Nizam's Government for the action taken by them for the preservation of the Grishneswar Temple.

2. I am desired to inform you accordingly.

Yours very sincerely,

[signature]
1.2.35

Nawab Mahdi Yar Jung Bahadur, M.A.,
Sadr-ul-Maham, Political Department,
H.E.H. the Nizam's Government, Hyderabad.

D.K.S.
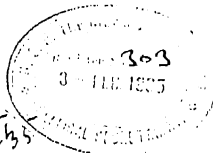
9/2.

47
4/2/35

3/54C/53F

Confidential.

PRO-VICE-CHANCELLOR

No 558

OSMANIA UNIVERSITY
HYDERABAD DECCAN

25th Ardibehesht 1353
29th March 1944.

My dear Nawab Saheb,

Please refer to your letter No.860-P, dated 23rd March 1944 (19th Ardibehesht 1353).

I spoke to Dr. Topa in terms of your letter. He told me that about two months ago some students came to him three times requesting him to address them on any subject in their annual meeting. He delivered a lecture on Hindu and Muslim culture in the meeting of students which was presided over by Dr. Syed Abdul Latif. He did not enquire from the students what association it was and what their aims and objects were. He will be careful in future.

There seems no occasion for holding a meeting of the members of the staff now, as the University is under examinations. Later on, when there is an opportunity, they will be informed about the matter, as desired.

Yours ~~sincerely~~,

Qazi Mohamad Husain
25.6.53

Nawab Ali Yavar Jung Bahadur,
Education Secretary.

1699/30/6/53F